وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ
اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ
لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا
السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ
حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی تو انسان ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے پھر اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو یاد رکھنے والوں (اہلِ علم) سے پوچھ دیکھو * ان کو ہم نے معجزے اور کتابیں دے کر بھیجا تھا اور (اے رسول ﷺ) آپ کے پاس بھی ہم نے قرآن بھیجا تاکہ جو کچھ لوگوں کے لئے حکم بھیجا گیا ہے وہ آپ ان کو بیان کر دیں اور تاکہ وہ خود بھی سوچیں * پھر کیا جو لوگ بری بری تدبیریں کیا کرتے تھے ان کو اس بات کا کچھ بھی خوف نہیں رہا کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر (وہاں سے) عذاب آ جاوے کہ جدھر کی انہیں خبر بھی نہ ہو

(۱۶/ ۴۳ تا ۴۵ * ت : ح)

۴۳۔ یہ آیت مشرکینِ مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے۔ انہیں بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری رہی ہے ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ۝ حدیث شریف میں ہے بیماریٔ جہل کی شفاء علماء سے دریافت کرنا ہے لہٰذا علماء سے دریافت کرو وہ تمہیں بتادیں گے کہ سنتِ الٰہی یونہی جاری رہی کہ اس نے مردوں کو رسول بنا کر بھیجا۔ (صدر الافاضل۔ حاشیہ کنز الایمان)

▲ کفار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی تسلیم نہیں کرتے تھے اور دلیل یہ پیش کیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بڑی بلند ہے کہ وہ کسی بشر کو اپنا رسول بنا کر بھیجے۔ اگر اسے کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو اس کے پاس فرشتوں کی کیا کمی تھی۔ کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیج دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارا تو یہی دستور ہے کہ جب ہم انسانوں کی طرف کوئی نبی بھیجتے ہیں تو انہیں میں سے کسی مرد کو اس خدمت پر مامور فرما دیتے ہیں آپ کوئی پہلے نبی تو نہیں آپ سے پہلے بھی ہمارے انبیاء تشریف لائے اور وہ سب کے سب نوعِ انسانی کے فرد تھے۔ اے کفار اگر تم اس مسئلہ کی مزید تحقیق کرنا چاہو تو کسی صاحبِ علم سے پوچھ لو وہ تمہیں بتائے گا کہ نبی کی بعثت کا مقصد افہام و تفہیم ہے اور یہ مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب کہ نبی انسان ہو ایک فرشتہ پیغام لے کر آ سکتا ہے لیکن نبی کے فرائض کو انجام دینا اس کے بس میں نہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو اگر کسی چیز کا علم نہ ہو تو وہ اہل علم کی طرف رجوع کرے (ضیاء القرآن)

۴۴۔ (بھیجا رسولوں کو بھی ہم نے) روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا۔ یہ ارسلنا کے متعلق ہے یعنی ہم نے واضح معجزات اور کتب کے ساتھ نہیں بھیجا مگر مردوں کو۔ اور یہ بھی جائز ہے استثناء میں داخل ہو کر ارسلنا کے متعلق ہو۔ یعنی ہم نے نہیں بھیجا مگر مردوں کو معجزات کے ساتھ یا یہ محذوف کے متعلق ہے جو "رجالا" کی صفت ہے یعنی ہم نے نہیں بھیجا رسول بنا کر مگر مردوں کو جو بینات و زبر سے متلبس تھے یا یہ مفعول ہونے یا نوحی مجہول کے نائب فاعل سے حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ تمام تقادیر پر فاسئلوا جملہ معترضہ ہے یا یہ لاتعلمون سے متعلق ہے اس صورت میں کہ شرط خاموش کرانے اور الزام کے لئے ہو "ہم نے نازل کیا آپ پر یہ ذکر" ذکر سے مراد قرآن ہے اس کو ذکر اس لئے فرمایا کیونکہ یہ نصیحت ہے "تاکہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لئے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف" تاکہ آپ بیان کریں اس کو جو کچھ اس ذکر میں نازل کیا گیا ہے آپ کے توسط سے ان پر مثلاً وعدہ، وعید، احکام شرائع مجمل اور متشابہ تھا۔ بیان کبھی صراحتاً قول یا فعل یا تقریر سے ہوتا ہے اور کبھی غیر صریح ہوتا ہے جیسے قیاس کا حکم ہے۔ "تاکہ وہ غور و فکر کریں" یہ اشارہ ہے نظم کلام اور اس کی دلالت کی وجوہ میں غور و خوض کرنے کی طرف تاکہ ان پر مراد ظاہر ہو جاتا (مظہری - ض م)

▲ اور آپ پر بھی یہ قرآن حکیم جبرئیل امین کے ذریعے اتارا گیا ہے تاکہ لوگوں کے لئے قرآن حکیم میں جو احکام بیان کئے گئے ہیں آپ ان کو ان کے سامنے بیان کر دیں اور تاکہ وہ احکام قرآنیہ میں غور کیا کریں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن عباس۔ ت)

۴۵۔ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ .... سے اہل مکہ مراد ہیں اس لئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکر و فریب کیا بلکہ اس کوشش میں لگے رہے کہ کوئی بھی ان پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے اسلام کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ یہ فاء عاطفہ ہے اس کا فعل مقدر پر عطف ہے اور انکار دونوں معطوفوں کی طرف اکٹھا متوجہ ہے معنی یہ ہوا کہ کیا انہوں نے غور و فکر نہیں کیا، کیا امن میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بڑے دھوکے اور فریب کئے جن کے حالات تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یہاں تک کہ غرق ہو کر زمین کے نچلے حصہ میں پہنچ جائیں جیسے قارون اور اس کے ساتھیوں سے ہوا۔ (کوئی زمین پر دونوں پاؤں سے نہیں چلتا اس خطرہ سے کہ وہ زمین میں نہ دھنس جائے اگر چلتا ہے تو نہایت آہستہ۔ ایک جانور کو جب دھنسنے کا ہر وقت خوف ہے تو جو انسان زمین پر غافل ہو کر بے دھڑک زندگی بسر کرے تو اسے کیا کہا جائے) یا انہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب گھیرے کہ وہ ایسے حال میں ہوں کہ انہیں خبر بھی نہ ہو۔ (روح البیان - ت)

لغوی اشارے ✱ رِجَالٌ : مرد، پیادے، پاؤں چلتے، اول معنی کے اعتبار سے رَجُلٌ کی جمع ہے

اور دوسرے معنی کے اعتبار سے رَاجِلٌ کی جمع جیسے رِکَابٌ رَاکِبٌ کی جمع ہے۔ رَاجِلٌ رِجْلٌ سے مشتق ہے جس کے
معنی پیر کے ہیں۔ اور اسی مناسبت سے پاؤں، پیدل اور پیادہ کو رَاجِلٌ کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مردانِ جنگ کے
معنی رجالٌ کا استعمال ہوتا ہے۔ ▲ زُبُرٌ: کتابیں، اوراق ▲ ذِکْرٌ: ذکر، یاد، تنبیہ، نصیحت، بیان
ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے یہاں قرآن مجید مراد ہے ▲ مَکَرُوْا: جمع مذکر غائب ماضی۔ مَکْرٌ مصدر باب نصر
انہوں نے چال چلی، خفیہ تدبیر کی ▲ یَخْسِفَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب۔ خَسْفٌ مصدر (ضرب) کہ
دھنسا دے، دھنسا دینے سے ▲ حَیْثُ: جہاں، جس جگہ، ظرف مکان ہے یہ مبنی برضمہ ہے۔ مکان مبہم
کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے اور جب ما اس کے بعد آتا ہے تو کلمات یعنی شرط و جزا کے معنی دیتا ہے۔ (ل ق)
مفردات مزید ✱ ذکر کا مصدری معنی ہے یاد کرنا، یاد رکھنا، حفظ و تلاوت، نصیحت کرنا، چرچا کرنا،
اور حاصل مصدری معنی کلام الٰہی، علم و ثنا و شرف۔ یہاں مراد کلام الٰہی۔ (ا ت) وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ
الذِّکْرَ۔ اور قرآن کو ذکر سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ غافلین کے لئے تنبیہ و تذکیر ہے یعنی وہ ذکر
کا سبب ہے اطلاق المسبب علی السبب کے قبیل سے ہے ▲ قرآن مجید کے نزول کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ
جو کچھ آپ سے قرآن مجید کا بیان اور اس کے احکام سنتے ہیں ان پر خود غور و فکر کریں ▲ آپ نے لوگوں کو نورِ ذکر سے
بہرہ مند فرمایا تاکہ آپ کے وابستگان اس ذکر پر مداومت و مواظبت کریں جس کی برکت سے وہ ان
حضرات کے مقام کو پہنچیں جو آپ کی سچی متابعت اور آپ کی سنت مطہرہ پر گامزن رہتے ہیں ▲ حضور اقدس
و انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلاءِ قلب کا نسخہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تین باتوں سے دل کو جلا
نصیب ہوتی ہے ۱۔ ذکر الٰہی سے ۲۔ تلاوت قرآن سے ۳۔ درود شریف سے (ر، ب) ▲ (ف) خیر الاذکار
کلمہ توحید ہے حضرت ابراہیم الخواص رح نے فرمایا: قلب پانچ چیزوں سے تندرست رہتا ہے ۱۔ تدبر کے ساتھ
تلاوت قرآن ۲۔ پیٹ کو طعام سے خالی رکھنا ۳۔ قیام اللیل ۴۔ سحر کے وقت تضرع الی اللہ ۵۔ صحبت صالحین
(ادعیہ غیر ماثورہ کے مقابلہ)
افضل الذکر تلاوت قرآن ہے بعض کے نزدیک ادعیہ ماثورہ کے پڑھنے سے بھی تلاوت قرآن افضل ہے۔

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ۝

یا پکڑ لے انہیں جب وہ (اپنے کاروبار میں) دوڑ دھوپ کر رہے ہوں پس نہیں وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے * یا پکڑ لے انہیں جبکہ وہ خوف زدہ ہو چکے ہوں پس بے شک تمہارا رب بہت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے * کیا انہوں نے نہیں دیکھا ان اشیاء کی طرف جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے کہ ڈھلتے رہتے ہیں ان کے سائے دائیں سے (بائیں کی طرف) اور بائیں سے (دائیں طرف) سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اس حال میں کہ وہ اظہارِ عجز کر رہے ہیں۔ (۱۶/۴۶ تا ۴۸ * ت: جن)

۴۶۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قابلِ سزا بدکاروں کو ان کے سفر و حضر، چلتے پھرتے اور عیش و عشرت کی، ناچ رنگ کی محفل ہی میں ان پر عذاب ڈال دے اور خوشی کی محفل اچانک غم کی محفل بن جائے جو اللہ گھروں کی کوٹھڑیوں میں عذاب بھیج سکتا ہے وہ سفر کی منزلوں میں بھی ہلاک کر سکتا ہے جیسا کہ قوم ہود کے مسافروں پر بھی دور دراز علاقوں میں وہی عذاب پہنچا تھا جو بستی ہود میں آیا۔ تَقَلُّبِهِمْ کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ کفار علاماتِ عذاب دیکھ کر بچنے بھاگنے کی تیاریوں میں نقل مکانی کرتے ہوں لیکن ان کی ساری تدبیریں اور بھاگ دوڑ ان کو عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے جیسا کہ قوم موسیٰ پر طاعون اور ٹڈیوں کا عذاب آیا۔ تَقَلُّب کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ بستروں میں نیند کی کروٹیں بدل رہا ہو اور عذاب آ کر اسی حالت میں ہلاک کر دے بہر حال کوئی طاقت کسی وقت کسی طریقے سے بھی رب تعالیٰ کو اس کی کسی سزا دینے سے نہ روک سکیں نہ عاجز کر سکیں (اشرف التفاسیر)

۴۷۔ "یا پکڑ لے انہیں جبکہ وہ خوف زدہ ہو چکے ہوں"۔ عَلٰی تَخَوُّفٍ یا فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔ اس کا معنی ہے کمی کرنا نقصان کرنا۔ یعنی ان کے بعض ہلاک ہو جاتے ہیں، پھر بعض ہلاک ہو جاتے ہیں، پھر تمام ہلاک ہو جاتے ہیں کہا جاتا ہے تخوفہ الدھر یعنی زمانہ نے ان کے مال اور جسم میں کمی کر دی۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہا جاتا ہے یہ لغت ھذیل ہے۔ الضحاک اور کلبی کہتے ہیں تخوف کا معنی خوف ہے (تفسیر بغوی) مفسر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں وہ پہلے ایک قوم کو ہلاک کرتا ہے ان سے پہلے، پس وہ ڈر جاتے ہیں۔ پھر ان پر عذاب آتا ہے دراں حال کہ یہ خوف زدہ ہوتے ہیں یا ان کی ہلاکت سے پہلے

ہلاکت کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ پھر وہ ہلاک ہو جاتے ہیں جیسا کہ قوم ثمود کے ساتھ تین دن میں ہوا تھا، پہلے دن ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے، دوسرے دن سرخ ہو گئے تھے، تیسرے دن سیاہ ہو گئے تھے۔ پھر وہ سب ہلاک ہو گئے تھے۔ اس تاویل پر عَلٰی تَخَوُّفٍ مفعول سے حال ہوتا۔

وہ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہے اس لئے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا یہی وجہ ہے کہ وہ امن میں ہو گئے ہیں یعنی بے خوف اور نڈر ہو گئے ہیں۔ لیکن بے خوف ہونا نہیں چاہیئے کیونکہ وہ رحیم و رءوف ہونے کے ساتھ ساتھ قہار، منتقم، ذوالبطش الشدید بھی ہے۔ اس کے انتقام کو برداشت کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بے خوف ہونے کو ناپسند فرمایا ہے۔ (مظہری۔ ت: کشش)

۴۸۔ کیا کفار نے نہیں دیکھا یعنی انہوں نے غور و فکر نہیں کیا جب انہوں نے ایسے صنائع دیکھے ہیں تو پھر غور و فکر کیوں نہیں کرتے تاکہ کمال قدرتِ الٰہی اور غلبۂ حق کا یقین کر کے اس سے ڈریں۔

پھرتے ہیں سائے، ایک جانب سے دوسری جانب ڈھلتے ہیں یعنی جیسے اللہ خالق چاہتا ہے وہ اس کی حکمت کے مطابق چکر لگاتے ہیں۔ تَتَفَیَّؤُا کا باب افادہ کا مضارع ہو کر مستعمل ہے۔ تہذیب المصادر میں ہے کہ نصف النہار کے بعد سایہ کے رجوع کو عرب میں تفیّؤ کہتے ہیں اسی معنی پر تَتَفَیَّؤُا کا اطلاق دوپہر کے بعد یعنی شام کے سائے ڈھلنے کو کہا جائے گا۔ اس کی مثال یہی آیت یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ ہے اور ظلال ظل کی جمع ہے بمعنی سایہ۔ یہ جملہ من شیءٍ کی صفت ہے ▲ کیا کفار مکہ ان اشیاء کو نہیں دیکھتے کہ جن کے سائے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اور التبیان میں ہے کہ اشیاء کے سائے اول النہار دائیں جانب ہوتے ہیں اور آخر النہار بائیں جانب کو جب کہ انسان متوجہ الی القبلہ ہو گویا اس میں انسان کے دائیں بائیں جانب سے استعارہ کر کے سایہ والی اشیاء پر دائیں بائیں جانب کا اطلاق کیا گیا ہے ▲ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے ہیں یعنی اپنے گھٹنے بڑھنے اور دائیں بائیں ڈھلنے میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر چلتے ہیں وہ کسی قسم کی سرتابی نہیں کر سکتے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہیں کہ جس طرح وہ چاہے اسی طرح دائیں بائیں چلتے ہیں۔ اور وہ اس کے حضور میں عاجز ذلیل ہیں ▲ سایوں کا دائیں بائیں ڈھلنا ان کی فرمانبرداری کی دلیل ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کے حکم پر چلتے ہیں اور ان سایوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے اپنے آپ کو ذلیل کیفیت میں اس کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں

لغوی اشارے ✶ تَقَلُّبِهِمْ: ان کی آمد و شد، ان کا چلنا پھرنا، تقلّب مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ △ مُعْجِزِیْنَ: جمع مذکر اسم فاعل ہرانے والے، عاجز بنا دینے والے △ تَخَوُّفٍ: ڈرانا، خوف دلانا، ڈرانا، خوف کا ظاہر ہونا بروزن تفعّل

مصدر سے۔ اس کا تعدیہ بذریعہ عَلیٰ آتا ہے ∆ يَتَفَيَّؤُا : واحد مذکر غائب مضارع تَفَيُّؤٌ مصدر
(تفعّل) فَيْءٌ مادہ جھکے جاتے ہیں ∆ ظِلٰلُهٗ : اس کے سائے ظِلٰلٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر
غائب مضاف الیہ ∆ الْيَمِيْنِ : اسم معرفہ، سیدھی جہت، داہنی سمت، سیدھا ہاتھ
مراد قوت وقدرت ∆ الشَّمَآئِلِ : بائیں طرف، بائیں جانب شمال کی جمع خلاف قیاس ∆
دٰخِرُوْنَ : ذلیل ہونے والے، عاجزی کرنے والے، داخِرٌ سے جس کے معنی ذلیل وخوار ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل
کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع داخر واحد۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ رَءُوْفٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ رؤف کا معنی ہے بے حد مہربانی
اور شفقت فرمانے والا۔ امام حلیمی فرماتے ہیں۔ رؤف کے معنی ہیں اپنے بندوں سے نرمی برتنا وکرنے والا
کیونکہ حق تعالیٰ نے ان پر ایسی عبادتیں مقرر نہیں فرمائیں جن کی وہ بسبب اپاہج ہونے یا بیماری یا
ضعف کے باعث طاقت نہیں رکھتے بلکہ جن عبادات کی ان میں طاقت تھی ان سے کم بار جیسا زیادہ کم
عبادات کا مکلف فرمایا اور ساتھ ہی شدت قوت کے زمانہ میں اپنے فرائض کو سخت فرمایا اور ضعف
وقوت کی کمی کے وقت ان کو ہلکا کر دیا، جیسے کہ ان باتوں پر پکڑا جن پر حسا قرآن نہ پکڑا اور شدائد
کی ان امور پر گرفت کی جن پر بیماری کی گرفت نہ کی یہ سب کچھ رافت ورحمت ہے۔

رَحِيْمٌ : بڑا مہربان نہایت رحمت والا۔ رحیم اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ رحیم کا مادہ رحمت ہے
اور رحمت الٰہی سے مراد اس کا وہ انعام واکرام ہے جس سے وہ اپنی مخلوق کو سرفراز فرماتا رہتا ہے۔
وجود، زندگی، علم، حکمت، قوت، عزت اور عمل صالح کی توفیق سب اس کی رحمت کے مظاہر
ہیں۔ یہ اس کی بے پایاں رحمت ہی تو ہے جس نے کسی استحقاق کے بغیر انسان کی جسمانی اور روحانی بالیدگی
کے سب سامان فراہم کر دیے۔ یہ اس کی بے حد وحساب رحمت ہی تو ہے کہ ہماری بے شمار ناشکریوں
اور نافرمانیوں کے باوجود اپنے لطف وکرم کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جس صفت
کا سب سے زیادہ ذکر فرماتا ہے وہ رحمانیت اور رحیمیت ہے۔ یہ اس لیے کہ بندہ کا جو تعلق اللہ تعالیٰ سے
ہے اس کا دار ومدار رحمت ورافت وشفقت وکرم ولطف وعنایت پر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے
دو مبارک ناموں کو جمع کر دیا ہے رؤف ورحیم جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت ۱۲۸ میں ارشاد فرمایا۔
○ بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے۔ گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں
پڑنا بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا۔
(س م ح ش)

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ۚ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○

اور اللہ ہی کے مطیع ہیں جتنی چلنے والی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی زمین میں ہیں اور فرشتے بھی اور وہ (اپنی) بڑائی نہیں کرتے * اور وہ ڈرتے رہتے ہیں اپنے پروردگار سے جو ان پر بالادست ہے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا رہتا ہے * اور اللہ نے کہہ رکھا ہے کہ دو معبود نہ قرار دینا خدا تو بس وہی ایک ہے سو تم لوگ صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ (۱۶/۴۹ تا ۵۱ * ت: م)

۴۹۔ اے انسانو! یہ اشیاء جن کو تم بے جان بے شعور بے عقل خیال کرتے ہو ہر وقت اللہ کے حضور میں عاجز و مسکین اور سجدہ ریز ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو تمام وہ چیزیں ہر وقت سجدہ کرتی ہیں اور ہیبت الٰہی سے تھرائی ہوئی نیچے گری پڑی رہتی ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خواہ وہ زمین کے دابۃ جانور اور دوسرے حیوانات ہوں یا ہر طبقہ کے فرشتے ہوں۔ ان تمام مخلوقات میں سے کوئی بھی کسی وقت بھی دربار الٰہی میں اپنی بڑائی یا غرور و تکبر نہیں بولتا نہ کسی طرح تکبر کا اظہار کرتا ہے خیال رہے کہ جسم اور سایہ دونوں ہی اللہ کی مخلوق ہیں۔ سایہ مثل ہم شکل جسم ہے اور ہر چیز کا سایہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے۔ درختوں کا جسم بھی ساجد ہے اور سایہ بھی۔ جسم کے سجدے کی حقیقت نظر نہیں آتی مگر سایہ کا زمین پر پھیل کر لمبی ہو جانا یہ اس کا سجدہ ہے زوال کے وقت سکڑ کر چھوٹا ہو جانا یہ سجدہ سے اٹھنا ہے۔ درختوں کا پھلوں سے لد کر جھکنا یہ سجدہ شکر ہے اور سایہ پھیلنا یہ سجدہ عبادت ہے۔ حیوانات کا ہر وقت منہ نیچے کئے رہنا اور اپنے مالک کی اطاعت میں مسخر رہنا یہ ان کی عبادت اور سجدہ ریزی ہے کیوں کہ یہ اطاعت اللہ ہی کے حکم سے ہے ورنہ انسان کی کیا ہمت کہ وہ کسی جانور کو مسخر کر سکے۔ مکھی مچھر مکڑ بچھو سانپ کو رب تعالیٰ نے مسخر نہیں کیا تو وہ انسان کو ستاتے رلاتے تڑپاتے بلکہ جان کو تک ضرر پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح ملائکہ بھی اس کی بارگاہ میں سجدے میں رہتے ہیں لیکن ان تمام سجدوں میں کسی سجدے کا ثواب نہیں نہ سایے کے سجدوں کا نہ حیوانی سجود کا۔ ثواب صرف انسانی جسم کے سجدوں کا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اور جنات کے جسمانی سجدے اختیاری ہیں اور شوق و محبت

اور لذتِ عشقِ الٰہی اور اپنے ذوق سے ہوتے ہیں۔ انسان مومن ہو یا کافر دونوں مجبوریوں کو توڑ کر رب کی
بارگاہ میں سجدہ کرنے چلا آتا ہے۔ انسان کو سجدہ اس کو مسخر و مجبور کرکے نہیں کروایا گیا باقی تمام کے سجدے اضطراری
ہیں خواہ ملائکہ کے ہوں یا جمادات، نباتات و حیوانات کے سجدے ہوں یا کسی بھی جسم کے سائے کے
سجدے ہوں اسی وجہ سے کافر یا مومن کو اس کے ساتھ کے سجدہ ریزی کا ثواب نہ ملے گا۔ کیونکہ
وہ اضطراری ہیں نہ کہ اختیاری۔ سجدے کا اصل طریقہ زمین پر لگنا ہے مجازاً جھکنے کو بھی سجدہ کہہ دیا
جاتا ہے۔ ہر شریعت میں سجدہ مختلف طریقوں سے زمین پر ہوتا ہے مگر اسلامی سجدہ سات اعضاء کا
زمین پر لگنا ہے۔ زمین سے مراد ہر وہ حصہ جہاں انسان چل پھر سکے خواہ مسجد ہو، ہوائی جہاز، بحری جہاز
یا کشتی وغیرہ۔ (اشرف التفاسیر)

۵۰۔ "ڈرتے ہیں اپنے رب کی قدرت سے" یعنی وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں کہ وہ ان پر اوپر سے عذاب
نازل کر دے یا یہ معنی کہ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ ان پر غالب ہے اپنی صفتِ قہر کے
ساتھ۔ یہ جملہ لا یستکبرون کی ضمیر سے حال ہے، یا یہ اس کا بیان ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے
ڈرتا ہے وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتا۔ "اور کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے" یعنی
جس طاعت کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجا لاتے ہیں کیونکہ یہ صفات یعنی تکبر نہ کرنا
اپنے رب سے ڈرنا اور اوامرِ الٰہیہ کو بجا لانا کفار میں نہیں پائی جاتیں ہیں اس سے پتہ چلا کہ یہ آیت
کفار کے علاوہ کے ساتھ خاص ہے ہاں اگر سجود سے مراد انقیاد عام ہو یا قدرت کی صنعت
کے اثر کا ظہور جو سجدہ کی طرف دعوت دیتا ہے تو وھم لا یستکبرون سے آخر تک ملائکہ کی
حالت کا بیان ہوتا۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرایا ہے
اور چرچرانا اس کا حق ہے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آسمان میں چار انگل
کے برابر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے جھکائے ہوئے نہ ہو۔
قسم بخدا جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو تم کم ہنستے اور روتے زیادہ اور تم بستروں پر اپنی ازواج
سے مستمتع کبھی نہ ہوتے اور تم بیابانوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ کی بارگاہ میں تضرع اور زاری کرتے
(یہ سن کر) حضرت ابوذرؓ نے کہا کاش میں درخت ہوتا جو کاٹا جاتا (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) (تفسیر مظہر العرفان)

۵۱۔ دو خداؤں کی نفی سے تعدد کی نفی مطلوب ہے یعنی وہ ایک ہی ہے دو نہیں اور جب دو نہیں جو کثرت
اور تعدد کا ادنیٰ درجہ ہے تو اس سے زیادہ کیسے ہو سکتے ہیں توحیدِ الٰہی کے روشن دلائل سن لینے کے بعد کسی دوسرے کو خدا سمجھنا انسانی حماقت
ہے ہم جانتے ہیں کہ سینکڑوں معبود گھڑ لیے جاتے ہیں اور ان کی پرستش کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے دو اور اس کی یکسر نفی کی ہے (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ★ دَآبَّۃ : جانور، چلنے والا، پاؤں دھرنے والا، رینگنے والا۔ دَابٌّ اور دوابٌّ جس کے معنی رینگنے اور پاؤں چلنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے، اس میں تا وحدت کی ہے دوابٌّ جمع۔ اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو "دابہ" کا لفظ آیا ہے تو اس میں ہر ایک حیوان داخل ہے۔ سورہ نمل میں ۸۲ ویں آیت میں دآبّہ سے ایک خاص جانور مراد ہے "اس چوپایہ کو دابۃ الارض کہتے ہیں یہ عجیب شکل کا جانور ہوگا جو کوہ صفا سے برآمد ہو کر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا۔ ہر شخص کی پیشانی پر ایک نشان لگائے گا۔ ایمان داروں کی پیشانی پر عصائے موسیٰ علیہ السلام سے نورانی خط کھینچے گا کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہر لگائے گا (صدرالافاضل۔ حاشیہ کنز)"۔ لغات القرآن میں لکھا ہے کہ قیامت سے پہلے کوہ صفا جو مکہ میں واقع ہے دفعتاً شق ہوگا اور اس سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں اور چھپے منکروں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دے گا۔ یہ مضمون احادیث صحیحہ میں وارد ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ "عالم علوی کی تمام مخلوقات جن میں سورج چاند، ستارے سب شامل ہیں اور وہ جو زمین کی مخلوق ہیں سب کے سب اللہ وحدہ لاشریک کو سجدہ کرتے ہیں۔ دابۃ یعنی زمین پر رینگنے اور چلنے والے ہوں کہ ملائکہ ہوں یا جمادات سے ہوں یا نباتات و حیوانات سے ہوں تمام عجز و انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کر کے روگردانی نہیں کرتے اور نہ ہی سجدے سے انکار کرتے ہیں (ط) اللہ تعالیٰ خالق کائنات قادر مطلق نے تمام مخلوقات حیوانات ہوں یا جمادات سب کو ان کے لائق سمع و بصر و زبان اور فہم بخشا ہے جن کے ذریعہ وہ کلام سنتے اور شواہد حق کو دیکھتے اور اشارہ حق کو سمجھتے ہیں △ اپنے رب کی عبادت و اطاعت کرتے ہیں ہمیشہ خوف و خشیت سے لرزاں و ترساں رہا کرتے ہیں اور یعنی جن باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں اور فرائض و احکام پر مکمل طریقہ سے کاربند رہا کرتے ہیں △ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور وسیع رحمت پر بندوں کے وجود، بقا، نشو و نما اور آرام و راحت کا دارومدار ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جو الٰہ یا معبود بننے کا حقدار ہے۔ معبود حقیقی اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ اس کی ذات یکتا میں شرک نہ کرو اور اسی سے ڈرتے رہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دو خدا نہ بناؤ بے شک اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود (حقیقی) ہے اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرا کرو۔

(س م ح ش)

وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝
وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝
ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی فرمانبرداری لازم ہے تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے * اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو * پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔

(ک: ت * ۱۶/۵۲ تا ۵۴)

۵۲۔ اللہ کا حق ہے جو الٰہ ہونے میں یکتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ تخلیق ہے کسی چیز کا اس کے علاوہ سے پیدا ہونا ممکن نہیں ▲ یہاں دین سے مراد طاعت و اخلاص ہے۔ واصبًا کا معنی ایسا دائم اور ثابت ہے جس کے سقوط کا احتمال نہ ہو۔ چونکہ وہ ایک خدا ہے اس لئے وہ اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور بندوں کا حق ہے کہ وہ تمام حالات میں اسی کی خشیت کریں جیسا کہ ملائکہ کا وصف بیان کیا گیا ہے ▲ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "خالق کی معصیت میں مخلوق کی طاعت (کا حکم) نہیں ہے" (احمد و حاکم) صحیحین اور سنن ابی داؤد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے "اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے اطاعت تو صرف نیکی میں ہے" (صحیح مسلم) اور اسی معنی میں "وله الدين ذا كلفة" ہے یعنی کسی کو روا نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تکلیف دے کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور کوئی نہیں اور مالک اپنی ملک میں جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے مالک کے سوا کسی کو مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ "الدین" سے مراد سب کے اعمال پر دائمی جزا ہے۔ مومن کا ثواب ختم نہ ہوگا اور کافر کا عقاب و سزا منقطع نہ ہوگی۔ بعض محققین فرماتے ہیں "الدین" سے مراد کفر پر عذاب ہے اور واصب کا معنی دائمی، مرض کو کہا جاتا ہے "وصب فلان یوصب" جب کوئی تکلیف محسوس کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ"۔ حدیث شریف میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "انا وصبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری کی۔ نہایہ میں ہے وصب کا معنی دائمی اور لازمی تکلیف ہے اور وصب کا معنی تیمارداری کرنا ہے۔ آیت میں اس شخص کو وعید سنانا مراد ہے جو دوسرا خدا بناتا ہے یعنی جو ایسا کرتا ہے اس کے لئے اللہ کے پاس دائمی اور کٹھن عذاب ہے ▲ کسی دوسرے سے نہ ڈرو کیونکہ اللہ کے سوا کوئی نقصان یا نفع پہنچانے والا نہیں ہے (مظہری۔ ت: ص [illegible])

۵۳۔ اے لوگو! تمہارے پاس جو بھی کسی طرف سے کوئی اچھی مفید چیز آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس سے عطا ہوتی ہے، صرف روزی، نعمت ہی نہیں بلکہ دنیا کی اشیاء کو تمہارے لئے نعمت اور فائدہ مند بنانا بھی اسی کا کرم ہے ورنہ یہی چیزیں تمہارے لئے زہر قاتل بھی بن سکتی ہیں۔ اے شرک کرنے والو! کبھی یہ غور نہیں کرتے کہ عطاء نعمت بھی اسی کی طرف سے اور دفاع مصائب و بلا بھی اسی طرف سے ہے۔ تم نے بارہا مصیبتوں سے پریشان ہو کر اسی کے آگے فریاد کی۔ جب کبھی تم کو کسی بیماری، درد، تکلیف، ظلم و ستم، یا دشمن نے گھیرا تو اسی کی بارگاہ میں تم فریاد کرتے ہو، روتے، چیختے تڑپتے اور یہی دعائیں مانگتے کہ اے پروردگار مجھ پر رحم فرما دے، مصیبت دور کردے، پھر تم سارے معبودوں باطل کو بھول جاتے ہو (اللہ کی طرف پناہ لیتے ہو اور عرض کرتے ہو بار الٰہا ہمارے دکھ درد ٹال دے) (اشرف التفاسیر)

۵۴۔ پھر جب اللہ تعالیٰ تم سے دکھ ٹالتا ہے تو اچانک تمہارا ایک گروہ یعنی کفار اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرکے شرک کرتے ہیں۔ (روح البیان)

لغوی اشارے ★ دین: جزاء، اطاعت، شریعت، بدلہ دینا، اطاعت کرنا، حکم ماننا، دین بمعنی ملت ہے مگر اس کا استعمال اطاعت اور شریعت کی پابندی کے معنی میں ہوتا ہے۔ دان یدین کا مصدر ہے۔ ادیان جمع ▲ وَاصِبًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب، دوامی، ہمیشہ۔ وَاصِبٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر مرفوع۔ وصوب مصدر۔ جم جانے والا، قائم رہنے والا، جاودانی، لازوال۔ وَصَبٌ بیماری، اوصاب جمع۔ وَصِبٌ بیمار، وصاب اور وصابی جمع مَفَازَةٌ وَاصِبَةٌ دور دراز، لمبا چوڑا صحرا، وصوب مصدر (ضرب) جم جانا، زائل نہ ہونا ہمیشہ رہنا (بذریعہ علی) وَصَبٌ مصدر (سمع) بیمار ہونا۔ اِيصَابٌ (افعال) بیمار ہونا، بیمار کر دینا، کسی چیز پر ہمیشہ جما رہنا قائم رہنا (بذریعہ علی) توصیب (تفعیل) بیمار کرنا، تَوَصُّبٌ بیمار ہونا ▲ نِعْمَةٍ: اسم مجرور، نکرہ انعام و احسان ▲ مَسَّكُمْ: مس فعل ماضی واحد مذکر کم ضمیر مفعول۔ تم کو پہنچ جاتا، تم کو پہنچتی ہے ▲ ضُرٌّ: بلا، سختی، برائی، تکلیف، ضرر، ایذا، نقصان اسم ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں۔ ضُرٌّ بمعنی بدحالی ہے خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے، خواہ اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بنا پر خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال وجاہ کی قلت کے ▲ تَجْأَرُونَ: تم فریاد کرتے ہو، تم زاری کرتے ہو، تم چلاتے ہو۔ جأر اور جؤار سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ▲ كَشَفَ: واحد، مذکر، غائب، ماضی معروف۔ دور کر دیتا ہے، زائل کر دیتا ہے، ▲ فَرِيقٌ: آدمیوں کی جماعت گروہ۔ فرقۃ بھی گروہ کو کہتے ہیں لیکن فریق، فرقہ سے بڑا ہوتا ہے (ل ق)

معلوماتِ مزید ★ اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات ہے اسی نے اپنی منشاء، ارادہ اور اختیار سے سب کو پیدا کیا وجود بخشا۔ ہر چیز اسی کی مخلوق ہے اور اسی کی مملوک ہے۔ لہٰذا تمام مخلوقات پر لازم ہے کہ اپنے خالق و مالک کی اطاعت کریں، فرمانبرداری کریں اور اس کے حکم کی تعمیل کریں اپنے پیدا کرنے اور پالنے والے سے محبت رکھیں اس سے ڈریں اور اس کے حکم و منشا کے خلاف کچھ نہ کریں ▲

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم، جود و سخا، مہر و عطا سے اپنی تمام مخلوق کو بے پناہ انعامات اور راحت و آسائش سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر چیز نعمتِ بے بہا ہے ▲ قرآن حکیم میں نعمت سے عموماً مراد انعام ہے یعنی نعمت دینا، احسان کرنا بغیر کسی استحقاق اور تمنا معاوضہ کے محض اپنے فضل و نوازش سے عنایت فرمانا۔ قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر نعمتوں کی عطائی کا ذکر موجود ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انعام یا نعمت کی صورت کیا ہوئی۔ کیا ہر آیت میں ایک ہی نوع اور ایک ہی قسم کا انعام مراد ہے یا مفہوم جنسی کے اشتراک کے باوجود انعامات کی نوعیت اور صنفیت جدا جدا تھی اہلِ تفسیر نے ہر انعام کی نوعیت جدا جدا لکھی ہے اور بعض جگہ کوئی مخصوص صنف مراد نہیں ہے عمومی نعمت مراد ہے جہاں سیاقِ قرآنی یا صراحتِ مفسرین سے مخصوص نوع کا انعام مراد ہے اس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ نعمت یعنی آیاتِ الٰہیہ، ایمان و اسلام سلامتی، نبوت اور بادشاہت کا سلسلہ، بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دینا، مکہ مکرمہ کو مقام امن بنا دینا۔ حرم کے اندر سکونت کرا دینا اور لوٹ مار سے حفاظت کرنا، سمندر کے اندر جہازوں کو چلانا، مسلمانوں کو غزوۂ احزاب میں شکست سے بچا لینا، کشتیاں جہاز اور ہر قسم کی سواری دینا، نعمت بمعنی تنعیم یعنی باغوں چشموں اور ہر سبزہ زاروں سے فائدہ اٹھانا، رحمت، نبوت وغیرہ سب اللہ کی رحمتیں، نعمتیں، کرم فرمائیاں ہیں ▲

انعام و احسان، راحت و آرام اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت ہے جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو دعا و عرض کے لئے بندہ دستِ طلب دراز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف و مصیبت دور کر دیتا ہے اور وہ جب بلائیں، مصیبتیں، پریشانیاں ٹال دیتا ہے تو بندوں میں ہی ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتا ہے۔ اور یہ احسان فراموشی، گناہ اور بدبختی ہے کہ بندہ مصیبت ٹلتے ہی راہِ یقین و توکل سے ہٹ کر پھر سے مشرکانہ اعمال و رسومات میں پڑ جائے۔ دکھ ٹالنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے جو ہمارے دکھ درد کو اسباب سے ٹالتا جاتا ہے جو انسان مسبب الاسباب کے لطف و کرم کو سمجھتا ہے وہی صحیح معنوں میں سعادتِ دارین سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

(س م ہاشمی)

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ
لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝
وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝

تاکہ جو کچھ نعمتیں ہم نے دی ہیں ان کی ناشکری کریں (تو خیر دنیا میں چند روز) مزے کر لو پھر (آخرت میں) تو تم کو معلوم ہو ہی جائے گا * اور جن کو جانتے ہی نہیں (یعنی اصنام) ان کے لئے ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں۔ قسم ہے خدا کی (یعنی اپنی) تم سے ضرور ضرور تمہاری افترا پردازی پر بازپرس ہوگی * اور یہ منکر (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں سبحان اللہ (اس کے لئے تو بیٹیاں) اور ان کے لئے وہ جس کو دل چاہے (یعنی فرزند) (۱۶/۵۵تا۵۷ * ت: ج)

۵۵. لِيَكْفُرُوْا اس لام عاقبت کے لئے ہے یا تعلیل کے لئے یعنی ہم نے یہ خصلت ان کے لئے مقرر کر دی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چھپائیں اور ان کا انکار کریں، حالانکہ نعمتیں عطا کرنے والا اور تکالیف دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر انہیں دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو چاہو کرو اور موجودہ زندگی اور نعمتوں سے فائدہ اٹھا لو عنقریب اس کا انجام تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ (ابن کثیر: ک ش)

▲ "خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے جو ان کو نعمتیں عطا کی ہیں، اس کی ناشکری کرتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے بتوں کی سفارش سے ایسا ہوا، خیر کفر و حرام کاموں میں چند روزہ عیش کر لو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (تفسیر ابن عباس: ت: س ع)

▲ یعنی انسان بھی کتنا ناشکرا ہے کہ تکلیف (بیماری، تنگدستی اور نقصان وغیرہ) کے دور ہوتے ہی وہ پھر رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اس سے قبل فرمایا: "تم فرماؤ کچھ برت لو کہ تمہارا انجام آگ ہے": چند روزہ زندگی میں فائدہ اٹھا لو بالآخر تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے (ص۔ ی)

▲ تاکہ جو نعمت ہم نے اسے دی تھی اس کی (پوری طرح) ناشکری کرے۔ اچھا! (زندگی کے چند روزہ) فائدے اٹھا لو، پھر وہ وقت آئے گا کہ (اپنی ناشکریوں کا نتیجہ) معلوم کر لو گے۔ (ترجمان)

▲ کہ ہماری دی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ برت لو (اور چند روز اس حالت میں زندگی گزار لو) کہ عنقریب جان جاؤ گے (کہ اس کا کیا نتیجہ ہے) (صدر الافاضل۔ حاشیہ کنز)

▲ حاصل یہ کہ اس کی ناشکری کرتے ہیں جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے۔ سو (خیر) چند روزہ عیش کر لو پھر تو عنقریب تم کو معلوم ہی ہوا جاتا ہے (کہ اس شرک و کفر کا انجام کیا ہوتا ہے) (ماجدی)

۵۶ - "اور مقرر کرتے ہیں ان کے لئے جن کو یہ جانتے ہی نہیں"۔ یعنی اصنام کے لئے (حصہ) مقرر کرتے ہیں جو جماد ہیں۔ ہیں اور انہیں کوئی علم ہی نہیں ہے۔ پس ضمیر کا مرجع ما ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ وہ حصہ مقرر کرتے ہیں ان کے لئے جن کو وہ مستحق عبادت نہیں جانتے نہ نفع دینے والے اور نہ نقصان دینے والے سمجھتے ہیں بلکہ وہ انہیں خدا کا نام دیتے ہیں اور وہ یہ ان سے جہالت کی بناء پر کہتے ہیں کہ یہ خدا ہیں جو نفع نقصان دیتے ہیں اور شفاعت کرتے ہیں۔ یا یہ معنیٰ کہ وہ کفار ان اصنام کو حق نہیں جانتے اس صورت میں ضمیر کا مرجع کفار ہوں گے اور ما کی ضمیر عائد محذوف ہو گی اور ما دونوں تاویلوں پر موصول ہے۔ یا ما مصدریہ ہے اور معنیٰ یہ ہو گا کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے حصہ مقرر کرتے ہیں اور جن کے لئے مقرر کرتے ہیں وہ محذوف ہے کیونکہ وہ معلوم شدہ ہے یعنی اپنی جہالت کی وجہ سے اصنام کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ "حصہ اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے" یعنی کھیتوں اور جانوروں میں سے حصہ، جو ہم نے انہیں عطا کئے ہیں وہ اپنے بتوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اور یہ ہمارے شرکاء کا ہے۔ "اللہ کی قسم تم سے ضرور باز پرس ہو گی اس کے متعلق جو تم بہتان باندھا کرتے ہو۔" یعنی قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا یہ غیب سے خطاب کی طرف التفات ہے جو تم افتراء باندھتے ہو کہ یہ بے بس اصنام خدا ہیں۔ یہ ان کے اس عقیدہ پر وعید ہے۔ (مظہری - ت - جز م)

۵۷ - "وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ" ان سے قبیلہ خزاعہ و کنانہ کے لوگ مراد ہیں وہ کہا کرتے کہ (معاذاللہ) ملائکہ اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں۔ "سُبْحٰنَهٗ" اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے کہ اس کے لئے کہا جائے کہ ملائکہ اس کی لڑکیاں ہیں۔ "وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ" اور ان کے لئے وہ جو چاہتے ہیں یعنی لڑکے کیونکہ ان کی چاہت ہے کہ ان کی اولاد نرینہ ہو۔ (روح البیان - ت)

▲ اور ان منکرین و مشرکین کی کیسی گستاخانہ اور پست ذہنیت ہے کہ اللہ خالق و مالک کائنات کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں اور وہ بھی بیٹیاں۔ باری تعالیٰ جل مجدہ تو ہر قسم کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں سے پاک ہے (اشرف التفاسیر)

▲ خزاعہ اور کنانہ کے قبیلوں کا یہ اعتقاد تھا کہ فرشتے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سبحانہٗ سے اس کی تردید کر دی گئی کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ اسے نہ بیٹے کی ضرورت ہے اور نہ بیٹی کی۔ لیکن ان کے اس عقیدہ کی قباحت کو ایک اور طرح سے بھی واضح کر دیا کہ۔ بھلے مانسو! اپنے لئے تو تم ایک بیٹی بھی پسند نہیں کرتے ہو خود تو چاہتے ہو کہ تمہارے بیٹے ہی بیٹے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے حصہ میں (معاذاللہ) تم نے سب بیٹیاں ہی ڈال دی ہیں۔ کیا حماقت ہے کتنی کم فہمی ہے۔ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ★ تَمَتَّعُوا : تم برت لو، تم فائدہ اٹھا لو۔ تَمَتُّعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ▲
تَمَتَّعْ : تو فائدہ اٹھا، تو برت لے۔ تَمَتُّعٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، قرآن مجید میں جہاں کہیں
تمتع اور تمتعوا کے صیغے وارد ہوئے ہیں اور دنیا سے تمتع اٹھانے کو کہا گیا ہے وہ بطور تہدید و زجر
و توبیخ ہے کہ تمہیں ڈھیل دی جا رہی ہے برت لو جو برتنا ہے ▲ يَجْعَلُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
کرتے ہیں، قرار دیتے ہیں، ٹھہراتے ہیں ▲ نَصِيْبًا : حصہ، علم وراثت کا حصہ، میراثی حصہ، انسانوں
میں سے وہ شیطانی گروہ جو شیطان کا فرمانبردار ہے گویا عملی اور اعتقادی اعتبار سے آدمیوں کے دو
حصے ہیں ایک حصہ اللہ کا فرمانبردار ہے اور دوسرا شیطان کا۔ موخر الذکر شیطان کا حصہ قرار پایا۔ اللہ
کی نذر و نیاز، دوزخ کے عذاب اور دکھ کا ایک حصہ ▲ تَفْتَرُوْنَ : تم افتراء کرتے ہو، تم افتراء
کرو گے، تم جھوٹ باندھتے ہو، تم جھوٹ باندھو گے۔ اِفْتِرَاءٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر ▲
يَشْتَهُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع۔ اِشْتِهَاءٌ مصدر (افتعال) وہ چاہتے تھے، چاہتے ہیں،
خواہش کرتے ہیں، خواہش کرتے تھے چاہا کرتے۔ شَهْوَةٌ مصدر (سمع و نصر) پسند کرنا، خواہش کرنا، (۴۴ شہوۃ مشتہی)
آرزو مند ہونا۔ اَشْهَاءٌ (افعال) کسی کو اس کی مطلوب چیز دے دینا۔ اشہاء بالمعنی اس کو
خوش کر دینا۔ تَشْهِيَةٌ (تفعیل) کسی چیز کی خواہش پیدا کرنا۔ اِشْتِهَاءٌ (افتعال) بمعنی خوب طلب (لاق)

معلومات مزید ★ سبحان تسبیح کا اسم ہے جس کا معنی ہے پاک ہونا، کبھی یہ تسبیح کے علم کے طور پر استعمال
ہوتا ہے اور مضاف نہیں ہوتا اور غیر منصرف ہے اور اس کو نصب فعل مضمر کے ساتھ دی جاتی ہے۔
تقدیر یوں ہے سبحوا اللہ، سبحان یا اسبح اللہ سبحانہ۔ پھر سبحان فعل کے قائم مقام استعمال
ہونے لگا۔ یہ تنزیہ بلیغ پر دلالت کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلام شروع کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ
جو کچھ عجز اور کمزوری کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اس سے منزہ اور مبرا ہے۔ کبھی یہ تعجب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (م)
سبحان : ہر عیب اور نقصان سے پاک۔ جو کوئی اس اسم الٰہی کا وظیفہ کرے یعنی سبحان یا سبحان
پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک فرما دے گا۔ یہ اسم الٰہی کی تجلی پڑھنے والے پر ہوتی ہے
▲ سبحان : پاک ہے۔ امام سیوطی الاتقان میں رقمطراز ہیں۔ سبحان مصدر ہے بمعنی تسبیح (یعنی پاکی بیان
کرنا) لفظ غیر مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہے خواہ مفرد اسم ظاہر ہو جیسے سُبْحٰنَ اللّٰهِ
سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی وغیرہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سبحان اللہ کے معنی ہیں اللہ کی ذات کا ہر برائی
سے پاکی بیان کرنا (الاتقان) سبحٰن وہ ذات ہر نقص اور کمی سے پاک، ہر عجز سے منزہ، برتر، اور جو مناسب نہ ہو بالاتر (ضیا)
لفظ سبحان بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے حق میں استعمال نہیں ہوتا (قرطبی) سبحان اصلاً مصدر ہے غفران کے وزن پر
اور اسے تسبیح سے اسم علم میں لایا گیا ہے (راغب و کبیر) (راستہ یا بالواسطہ) (مس م ۲ ش)

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی (کی پیدائش) کی تو (غم سے) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ رنج (و اندوہ سے) بھر جاتا ہے ✱ چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بری خبر کے باعث جو دی گئی ہے اسے (اب سوچتا ہے کہ) کیا وہ اس بچی کو اپنے پاس رکھے ذلت کے ساتھ یا گاڑ دے اسے مٹی میں؟ دیکھو کتنا برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں ✱ ان لوگوں کے لئے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بری صفتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے ✱ (۵۸/۱۶ تا ۶۰ ت: بش)

۵۸۔ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا پورا دن چہرہ سیاہ رہتا ہے یعنی کہ دن کا وقت لوگوں سے ملا کرتا اور لوگوں سے اختلاط کے باعث خوشی یا غم کا زمانہ ہوتا ہے لیکن رات سونے اور غفلت کا وقت ہے۔ مسودًا یعنی لوگوں سے حیا اور تکلیف کے باعث اس کا چہرہ سیاہ رہتا ہے۔ اسود الوجہ غم و اندوہ سے کنایہ ہے ✱ غم و غصہ سے بھرا ہوا ہوتا ہے وہ اس غم و غصہ کو روکتا ہے اور ظاہر نہیں کرتا ہے (خطیری۔ ت: ص م)

۵۹۔ (لڑکی کی پیدائش کی خبر پانے والا) برادری کے افراد، یاروں دوستوں، رشتے داروں سے چھپتا پھرتا ہے اس بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری کو دینے کے لئے برا اور طعنہ یا آئندہ کے لئے مصیبت سمجھتے ہوئے کہ کس طرح اس کی شادی کرکے کسی کی دامادی کا وبال گلے میں ڈالوں گا۔ بیٹی کی معیشت اور بدو سے نجات حاصل کرنے کے نئے نئے منصوبے سوچتا ہے۔ کبھی سوچتا ہے أَيُمْسِكُهُ کہ ٹھیک ہے اس بیٹی کو پالوں گا بہت بری طرح سے زندہ رہوں ذلیلوں کی طرح محض کام کاج کے لئے نوکرانی بنا کر جانوروں جیسا سلوک دیتا رہوں۔ کبھی سوچتا ہے یا اس بیٹی کو کہو پرانے زمانے باپ دادا کے رواج کے مطابق مٹی میں زندہ دفن کر دوں گا۔ خبردار ہو جائیں یہ بد ذات ظالم لوگ دنیا اور آخرت کے اندر رہتے ہیں برا ہے لائق عذاب دائمی ہیں یہ ان کی تمام بری حرکتیں برا ہے ان کا یہ غرور و تکبر والا فیصلہ اللہ کے متعلق بھی اور اپنے خونی رشتے کے ساتھ بھی۔ (اشرف التفاسیر)

۶۰۔ جن کے قبائح ابھی مذکور ہوئے اور وہ آخرت پر بھی ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ایسی صفت ہے کہ آپ
قبیح ہی شکل کے طور پر بیان کیا جائے یعنی لڑکی کی پیدائش ان کے لئے موت ہے اور خود نرینہ اولاد سے خوش
ہوتے ہیں اگر کسی بدقسمت کے ہاں لڑکی پیدا ہو جاتی تو اسے زندہ درگور کر دیتا صرف عار کو رفع کرنے
کے لئے اور تنگدستی کے خوف سے حالانکہ وہ لڑکیوں کے لئے محتاج تھے یا یہ معنی کہ اگر وہ کبھی بھی پیدا
نہ ہوں تو نکاح کن سے کرتے * اور اللہ تعالیٰ کے لئے عجیب الشان صفات ہیں مثلاً اس کا
واجب الوجود ہونا اور غنائے مطلق سے موصوف ہونا اور مخلوقات کی جملہ صفات حادثہ سے منزہ ہونا
یعنی صفات محمودہ اور قدیمہ سے موصوف ہونا ۔ وہ اپنی کمال قدرت میں متفرد ہے اور بالخصوص
جس کی "توصیف کرے تو اس کا بالمقابل نہیں اور صاحب حکمت ہے کہ وہ بمقتضائے حکمت جس طرح
چاہے کرتا ہے ۔ یہی اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ جسے چاہے اولاد نرینہ سے سرفراز کرے اور جسے چاہے
لڑکیاں عطا فرمائے ▲ سمجھدار وہ ہے جو اس کے ہر حکم کے سامنے سر جھکاتا ہے اور اس کے ہر امر کو
مانتا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے کہ ہر شے اسی کے حکم اور ارادہ سے ظاہر ہوتی ہے جس
شے کو وہ چاہے بندہ کی کیا مجال کہ اس کے خلاف کرے اور نہ ہی بندہ کے ارادہ سے کچھ ہو سکتا ہے
▲ کتاب "الشرعۃ" میں لکھا ہے کہ جس کے ہاں لڑکی پیدا ہو وہ بہ نسبت لڑکے کی پیدائش کے زیادہ خوشی
کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کی مخالفت ہو ▲ عورت کے بابرکت ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس
پہلے لڑکی ہو ▲ قرآن مجید میں ہے کہ "جسے چاہے لڑکیاں دے جسے چاہے لڑکے" سے ظاہر ہوتا ہے
کہ مضمون کی ترتیب میں پہلے لڑکیوں کو بیان فرمایا ہے ▲ حدیث شریف میں ہے کہ جس کے ہاں لڑکیاں
پیدا ہوں اور اس نے ان کی نیک تربیت کی تو قیامت میں اس کی لڑکیاں اس کے لئے جہنم کا پردہ بن جائیں گی
▲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لئے دعا مانگی جس میں محنت
ومشقت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکیاں عطا فرمائیں * فرمایا: "لڑکیوں سے کراہت نہ کرو کہ میں بھی
متعدد لڑکیوں کا والد ہوں"۔ (روح البیان ج)

لغوی اشارات * بُشِّرَ : اس کو خبر دی گئی، اس کو بشارت دی گئی ۔ تَبْشِیرٌ سے جس کے معنی
خوشخبری سنانے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ، نفس انسانی کا خاصہ ہے کہ جب اس کو
کوئی خوش کن خبر پہنچتی ہے تو وفور مسرت سے اس کے جسم میں خون دوڑنے لگتا ہے اسی لئے ایسی
خبر سنانے کو جس کو سن کر انسان کے چہرے پر فرحت وانبساط کے آثار ظاہر ہونے لگیں تبشیر کہتے ہیں
یہ بھی واضح رہے کہ تبشیر کے لفظ میں کثرت سے بشارت دینے کے معنی ملحوظ ہیں ۔ کبھی کبھی طنز کے
اظہار کے لئے اس کا استعمال افسوسناک، اندوہناک اور بری خبر سنانے کے لئے بھی ہوتا ہے چنانچہ

یہاں یہی معنی مراد ہیں اسی معنی میں اس کا استعمال بطور استعارہ ہے ▲ ظَلَّ : ہو گیا، رہا (فتح، سمع) ظلٌ اور ظُلُولٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ "ظل" اور "ظلول" کے معنی دن میں کسی کام کو انجام دینے کے ہیں۔ واضح رہے کہ جس طرح بَاتَ یَبِیْتُ کا استعمال رات گزارنے کے لئے ہوتا ہے اسی طرح ظلَّ یَظَلُّ کا استعمال دن گزارنے کے لئے ہوتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ جو چیز دن میں کی جائے اس کی تعبیر ظَلَّ سے کی جاتی ہے نیز یہ صار کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ علامہ شہاب خفاجی شرح شفاء میں لکھتے ہیں: "یہ فعل ناقص ہے اور جیسا کہ رضی نے کہا ہے خبر کو دن بھر کے لئے ثابت کرتا ہے کیونکہ یہ ایسے وقت کو بتاتا ہے کہ جس میں سورج کا سایہ موجود رہے از صبح تا شام یا از طلوع تا غروب اور جب بمعنی صار ہوتا ہے تو پھر دن کی تخصیص نہیں رہتی اور اسی طرح جب یہ تامہ ہوتا ہے تو دوام کے معنی دیتا ہے (تاج العروس شرح قاموس) واضح رہے کہ یہاں فعل ناقصہ ہے بمعنی صار اور زمانہ سے مقید نہیں ▲ وَجْهُهٗ : اسم مرفوع مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کا چہرہ، اس کا منہ ▲ مُسْوَدًّا : اسم مفعول واحد مذکر۔ اِسْوِدَادٌ مصدر باب افعلال۔ سیاہ (سواد سیاہی) غم کی وجہ سے رنگ بگڑا ہوا (جلالین) سواد دور سے دکھائی دینے والی شبیہ، آنکھ کی سیاہی، بڑی جماعت، سید جماعت کا سردار، عورت کا شوہر اور چونکہ جماعت کے سردار کے لئے لازم ہے کہ اس کے خصائل حمیدہ ہوں اور فضائل کا حامل ہو اس لئے ہر بزرگ اور صاحب فضیلت شخص کو سید کہا جاتا ہے۔ سید کی جمع سَادَةٌ۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید * کفار کے پاس یونہی تھا کہ جب ان کے ہاں اولاد مادینہ کی پیدائش ہوتی تو ان کے گھروں میں غم واندوہ کے اندھیرے چھا جاتے باپ کا چہرہ شدت غم سے کالا پڑ جاتا۔ عار اور شرمندگی کے مارے وہ لوگوں سے آنکھیں چار کرنے سے بچتا اور چھپتا پھرتا۔ عرب کے چند قبائل مضر، خزاعہ اور تمیم کے لوگ تو اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے (ص) یہ اس لئے کرتے کہ کوئی ان کا غیر کفو ان سے رشتہ نہ مانگ بیٹھے یا کوئی مفلس و نادار رشتہ کا طالب نہ ہو۔ ان کے ہاں یہ رواج سا بن گیا تھا کہ لڑکی کی چھ سال کی عمر تک بادل نخواستہ پرورش کرتے پھر ایک روز باپ جنگل میں لے جا کر اپنے ہاتھوں اپنی لڑکی کو زندہ درگور کر آتا۔ اس صنف نازک پر ایسا ظالمانہ برتاؤ اور جابرانہ رویہ، قتل ناحق کا تصور ہی انسان اور انسانیت کو لرزہ براندام کر دینے کے لئے کافی تھا لیکن ان سنگدل لوگوں نے اسے اپنی انا، گھمنڈ اور تکبر کے سبب باعث افتخار سمجھ رکھا تھا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طیبہ زندگی کا فیضان اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نے ایسے ظلمانی ماحول میں عورت کے تحفظ، اس کی عزت وحرمت اور بلند حیثیت کے اجالے بکھیر دیے ماں باپ کے دلوں میں بچیوں کی محبت و شفقت کے دائمی چراغ روشن کر دیے (س م ح ش)

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ
الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ○
تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اور اگر اللہ لوگوں پر ان کی زیادتی کے سبب (فوراً) دارو گیر کرتا رہتا تو زمین پر کوئی حرکت کرنے والا جانور نہ چھوڑتا لیکن وہ انھیں ایک میعاد معین تک مہلت دئیے رہتا ہے۔ پھر جب اس کی وہ میعاد آ جائے گی تو اس سے وہ نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے ✱ اور اللہ کے لئے وہ چیزیں قرار دیتے ہیں جنھیں خود (اپنے لئے) ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ کہتی جاتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی (ہی) ہے۔ لازم ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہو اور بے شک یہ لوگ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے ✱ اللہ کی قسم ہم (رسولوں کو) آپ کے قبل کی بھی امتوں کی طرف بھیج چکے ہیں لیکن شیطان نے ان کے اعمال انھیں خوشنما کر دکھائے سو وہ آج بھی ان کا رفیق ہے اور انھیں کے لئے عذاب دردناک ہے۔ (۱۶/۶۱ تا ۶۳ ✱ ت: م)

۶۱۔ "اور اگر (فوراً) پکڑ لیا کرتا اللہ تعالیٰ لوگوں کو"۔ اس سے مراد کفار ہیں کیونکہ مواخذہ اور ظلم کی ان کی طرف نسبت کا قرینہ موجود ہے "ان کے ظلم کے باعث" یعنی ان کے کفر اور عصیاں کی وجہ سے۔ "ھا" ضمیر سے مراد الارض ہے اور یہ کنایہ ہے اس سے جس پر لفظ "الناس" اور "دابہ" دلالت کرتا ہے۔ یا تو دابہ سے مراد ظالم ہے جیسا کہ صاحب مدارک نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ یا دابہ سے مراد مومنین صالحین کے علاوہ تمام دابۃ الارض ہیں کیونکہ یہ جائز نہیں کہ مومنین کے ظلم اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں ہاں اگر وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیں تو مومنین کو سزا ہو گی کیونکہ وہ ان کے گناہوں پر راضی ہوئے یا انھوں نے اس چیز (دعوت حق) کو ترک کر دیا تھا جو ان پر واجب تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب لوگ کسی گناہ کو دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام کو سزا دے" اس حدیث کو ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ (سے مروی) اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابوداود اور جریر بن عبد اللہ نے

اس حدیث کے ہم معنی بیان کی ہے اور مومنین صالحین کے علاوہ جو دواب الارض ہیں ان کا ابن آدم کے گناہ کی وجہ سے
ہلاک ہونا جائز ہے کیوں کہ وہ تمام جانور انسان کی تبع ہی ہیں کیوں کہ ان تمام کی تخلیق انسان کی تخلیق کے تبع ہی ہے
امام بیہقی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم اپنے آپ کو ہی نقصان
پہنچاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ نہیں قسم بخدا ظالم کے ظلم کی وجہ سے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں مر جاتی ہیں۔ حضرت
ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیڑے مکوڑے ابن آدم کے گناہ کی وجہ سے اپنی بلوں میں عذاب دیے جاتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کمال حلم کی وجہ سے ظالموں کو مہلت دیتا ہے اس مدت تک جو اس نے ان کی
عمروں کے لیے متعین کی تھی یا ان کے عذاب کے لیے مقرر فرمائی تھی تاکہ ان کے توالد کا سلسلہ چلتا رہے۔ "پس جب
آجاتا ہے ان کا (مقررہ) میعاد تو نہ وہ ایک لمحہ پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ ایک لمحہ آگے ہو سکتے ہیں"۔ یعنی
جب مقررہ میعاد آ جاتی ہے تو ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہو سکتے اور نہ ان عمروں سے بڑھ سکتے ہیں ان کا مطلب "ازاحاۃ" ہے (مظہری۔ ضیاء)

٦٢ ۔ اللہ کے لیے ان چیزوں اور ایسی نا روا باتوں کو منسوب کر دیتے ہیں جو خود اپنے لیے سخت ناپسند اور
برا سمجھتے ہیں کہ جب اولاد کی بات آتی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے بیٹیاں مقرر کرنے لگتے ہیں حالاں کہ وہ
سب کا خالق و مالک ہے اور اپنے لیے شہزور بیٹے پسند کرتے ہیں اور جب مال و اسباب و جانور تقسیم کرتے ہیں تو ردی گھٹیا
اللہ کا حصہ بناتے ہیں اور اعلیٰ عمدہ اپنے لیے رکھتے ہیں۔ باوجود گستاخی بے ادبی اور جھوٹی باتیں بنانے کے پھر بھی اپنے کو
اللہ کا محبوب سمجھنا اور اپنے لیے حسنیٰ یعنی جنت میں داخل ہونے کا فاسد گمان رکھنا۔ حالاں کہ یقینی اور حقیقت
یہ ہے کہ ان کفار کے لیے دائمی ابدی جہنم اور آگ ہے اور بے شک وہ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چوں کہ لفظ
مفرطون کی قراءت میں تین قول ہیں۔ اس لیے ان کی تین تفسیریں ہیں ١ مُفْرَطُوْن بمعنی حد سے بڑھے
ہوئے جہنم میں ابدی چھوڑے ہوئے بھلائے ہوئے یا جلدی ڈالے ہوئے ٢ مُفْرِطُوْن بمعنی عبادت اور
فرماں برداری سے دور ہٹنے والے اور احکام الٰہیہ کو ضائع کرنے والے عمر برباد کرنے والے۔ انبیاء کرام کی بے ادبیاں
کرنے والے ٣ مُفَرِّطُوْن بمعنی غلط اور خیالی عقیدے بنانے والے (اشرف التفاسیر)

٦٣ ۔ بخدا ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں تک اپنے رسول کرام بھیجے انہوں نے ان امتوں کو حق کی دعوت دی
لیکن انہوں نے رسول کرام کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ تو شیطان نے ان کے سامنے ان کے اعمال بھلے کر دکھائے
ان کے اعمال سے مراد کفر و تکذیب الرسل وغیرہ مراد ہیں کہ جو بھی شیطان نے ان کے سامنے یہ اعمال سنوار کر
دکھائے تو یہ لوگ ان اعمال قبیحہ پر ٹوٹ پڑے۔ لہٰذا وہ شیطان آج ان کا ساتھی ہے اور بہت برا
ساتھی ہے "الیوم" سے مراد وہ دن ہے جس دن شیطان نے ان کے تئیں اعمال سنوارے یا اس سے
دنیا کے دن مراد ہیں یعنی شیطان نے انہیں گمراہ کیا یا اس سے قیامت کا دن مراد ہے اس لیے کہ شیطان
اس دن اپنی مدد سے بھی عاجز ہوگا پھر تمہاری مدد کیسے کر سکے گا * یعنی قیامت دن ان کا یہ

حال ہوگا کہ وہ جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اولیٰ بمعنی الناس۔ علامہ اسماعیل حقی رقمطراز ہیں کہ یوم سے یوم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی آپ کا زمانہ اقدس مراد ہے اور ولیھم کی ضمیر ان کفار کی آنے والی نسل یعنی ان کی آل اولاد وغیرہ مراد ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم عصر تھے وَلَهُمْ اور ان کے لئے آخرت میں عَذَابٌ أَلِيمٌ دردناک عذاب ہے اس سے جہنم کا عذاب مراد ہے (روح البیان۔ت)

لغوی اشارے ✱ دَآبَّةٍ : جانور، چلنے والا، پاؤں دھرنے والا، رینگنے والا۔ دابۃ اور دواب سے جس کے معنی رینگنے اور پاؤں چلنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے، اس میں تا وحدت کی ہے دواب جمع، اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو "دابہ" کا لفظ آیا ہے تو اس میں ہر ایک حیوان داخل ہے ● سَاعَةً : گھڑی وقت، رات یا دن کا کوئی سا وقت ہو، ساعت کہلاتا ہے۔ اہل عرب اس کا استعمال وقت ہی کے معنی میں کرتے ہیں چاہے ذرا دیر ہی کے لئے ہو، قرآن مجید میں الساعۃ کا لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے اس سے قیامت ہی مراد ہے ● يَكْرَهُونَ : جمع مذکر غائب مضارع کرہ مصدر (سمع) وہ ناپسند کرتے ہیں برا سمجھتے ہیں ● تَصِفُ : وہ بیان کرتی ہے (ضرب) وصف سے، جس کے معنی کسی چیز کو اس کے حلیہ اور صفت کے ساتھ بیان کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ، واحد مونث غائب، وصف کبھی حق ہوتا ہے کبھی باطل یہاں وصف باطل ہی مراد ہے ● مُفْرَطُونَ : اسم مفعول جمع مذکر۔ افراط مصدر آگے بھیجے ہوئے، جو آگے روانہ کئے جائیں گے افراط آگے بڑھنے میں زیادتی کرنا ● زَيَّنَ : اس نے سنوارا، اس نے زینت دی، اس نے بھلا کرکے دکھلایا ● حُسْنَىٰ : اچھی، عمدہ بروزن فعلی حُسْنٌ سے (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عدول حکمی میں نافرمان جتنے حد بار بار واقع ہوتے ہیں اگر لوگوں کی نافرمانیوں میں عجلت کی مانند حاکم مطلق بھی سزا اور عذاب دینے میں عجلت سے کام لے اور تاخیر نہ فرمائے تو بقیہ حیات اور زندگی کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا کرم فرمانے والا ہے وہ بہت سی بندوں کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے تنبیہ اور اس کا یہ کرم خاص ہے کہ انھیں توبہ و استغفار کا موقع دیتا ہے اور ان کی توجہ اور عقوبطلبی قبول کرکے درگزر فرماتا جاتا ہے اور یہ تسلسل مقررہ وقت آنے تک رہتا ہے ▲ منکر و گستاخ اللہ کے لئے وہ باتیں تجویز کرتے ہیں یعنی خدا کی بیٹیوں والی بے ہودہ بات کہ جسے خود کے لئے پسند نہیں کرتے اور زبان سے جھوٹے دعوے بھی کیا کرتے ہیں کہ دار آخرت کے اچھے درجے ان کے لئے ہیں یعنی اخروی بھلائی گستاخوں کو ان کے اس جرم کی ضرور نار جہنم کی صورت میں سخت سزا ملے گی اور سب سے پہلے دوزخ میں داخل کئے جائیں گے ▲ گزشتہ امتوں کے اعمال قبیحہ کو شیطان نے انہیں مستحسن کرکے دکھلائے تھے وہ منکر انبیاء تھے شیطان ان کا دنیا میں بھی ساتھی تھا اور جہنم میں بھی ان کے ہمراہ ہوگا اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے (صراط ح ش)

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ
وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ ع
وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ
وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لئے کہ تم لوگوں پر روشن کر دو جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے ☆ اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے زمین کو زندہ کر دیا اس کے مرے پیچھے بے شک اس میں نشانی ہے ان کو جو کان رکھتے ہیں ☆ اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لئے ☆ (۱۶/ ۶۴ تا ۶۶ ت ; ک)

۶۴۔ اور اے حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) آپ پر یہ کتاب قرآن مجید صرف اس لئے ہم نے نازل کیا ہے تاکہ آپ قیامت تک ہر کافر، منکر، مشرک کو کھول کھول کر مفصل بیان فرما دیں وہ تمام اصول، بنیادی باتیں جن میں یہ کفار اپنے وہم و خیالات کی آڑ میں کثیر اختلاف جھگڑے اور مختلف دین، مذہب، عقیدے بنائے پھرتے ہیں۔ یہ کتنا عظیم موقع ہے کہ سارے وہمیات کو ختم کرکے یہ دامن عافیت میں آ کر اس قرآن مجید کو پائیں جس میں دل کی گہرائیوں، دماغ کی بلندیوں اور عقل کی توانائیوں کے لئے کامل و اکمل ہدایت و رہنمائی ہے اور جسم انسانی، عقائد و ایمان کے لئے ظاہر و باطن، دنیا و آخرت میں رحمت عظیم۔ راحت ضخیم اور لذت عمیم ہے مگر فقط اسی قوم اور ان میں پاکباز اہل عقل لوگوں کے لئے جو اپنی سابقہ حماقتوں کو چھوڑ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہزار دل و جان سے پورا پورا ایمان لائیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کفار کا ایک اختلاف تو اہل عقل لوگوں، اہل کفر لوگوں سے ہی ہے کہ ان کے تمام کفریات بے شمار قسم کے ہوتے ہیں جس کی تفصیل کتب تاریخ میں منقول ہے۔ نیز حدیث پاک میں آیا ہے کہ تمام کافر اتحاد اور یکجہتی اور مسلم دشمنی میں ایک گروہ ہیں۔ لیکن عقائد، نظریات، عملیات، رسم و رواج مختلف ہیں اس طرح کہ ہر کافر کا دین علیحدہ ہے۔ یہ اختلاف تو وہمیات پر قائم ہے اور ایک اختلاف مسلمانوں سے ہے اور وہ چار باتوں میں ہے۔ ۱۔ توحید ۲۔ رسالت ۳۔ قیامت ۴۔ تقدیر۔ یہ بنیادی اختلاف ہے انہی کے تبیان کا یہاں ذکر ہے اور ان میں سے کسی زیادہ

اہم توحید ہے اور اس کے بعد رسالت ہی اہم مسئلہ ہے گویا کہ توحید وہی معتبر ہے جو رسالت کے (ذریعہ) دروازے سے آئے (اشرف التفاسیر)

۶۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان یا بادل سے زمین پر پانی نازل فرمایا ایک خاص قسم کا (پانی) یعنی بارش۔ اس کے سبب سے ویران زمین کو آباد کیا یعنی بارش کے سبب سے زمین پر قسم قسم کی کھیتیاں اگائیں۔ زمین کی ویرانی یعنی خشک ہونے کے بعد * زمین میں قوت نامیہ کی رونق اور قسم قسم کی نباتات کی سرسبزی کو احیاء سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ صفت حس و حرکت کو تقاضا کرتی ہے اور سرسبزی کے بعد خشکی کو موت بعد الحیات کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور فا اگرچہ تعقیب بلا تاخیر کے لئے آتی ہے اور یہاں دو معطوفوں کے درمیان واقع ہوئی ہے اس کا اپنے معنی میں نہ ہونے کوئی حرج نہیں * بے شک اس میں لآیۃ البتہ دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے علم و قدرت و حکمت پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ ان کے اصنام کو ایسی قدرت و طاقت کہاں ایسے لوگوں کو جو سنتے ہیں یعنی ایسے نصائح سن کر تدبر و تفکر کرتے ہیں اور جو تدبر و تفکر سے محروم ہے وہ بہرہ ہے (روح البیان۔ ت)

۶۶۔ "اور بے شک تمہارے لئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے"۔ عبرت ایسی دلالت کو کہتے ہیں جو جہالت سے علم تک پہنچا دے۔ "(دیکھو) ہم تمہیں پلاتے ہیں" "نُسْقِيْكُمْ" کو نافع، ابن عامر، ابو بکر اور یعقوب نے یہاں اور سورہ مومنون میں نون کے فتحہ کے ساتھ مجرد فعل سے پڑھا ہے اور باقی قراء نے نون کے ضمہ کے ساتھ باب افعال سے پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ "جو ان کے شکموں میں" یہ عبرت کے بیان کے لئے مستقل کلام ہے۔ پہلی انعام کی طرف جو ضمیر لوٹائی گئی ہے وہ اس لفظ کے اعتبار سے مفرد اور مذکر ہے اور سورہ مومنون میں اس کے معنی کے اعتبار سے مونث ہے کیوں کہ انعام کا لفظ اسم جمع ہے اس کا مفرد نہیں ہے وغیرہ *۔ "فرث" اس مواد کو کہتے ہیں جو اوجھ میں ہوتا ہے جب اس سے نکل جاتا ہے تو اسے فرث نہیں کہتے * وہ دودھ خون اور فرث کی آلائش سے بالکل پاک ہوتا ہے۔ اس پر نہ خون کا رنگ ہوتا ہے اور نہ فرث کی بدبو ہوتی ہے حالانکہ دودھ ان دونوں چیزوں سے پیدا ہوتا ہے * پینے والوں کے حلق سے اس کا گزرنا آسان ہوتا ہے امام بغوی کہتے ہیں ابن عباس رضؓ نے فرمایا جب چوپایہ گھاس کھاتا ہے تو وہ اوجھ میں جا کر ٹھہر جاتا ہے پھر وہ اس کو پیستا ہے نیچے والا گوبر، درمیان والا دودھ اور اوپر والا حصہ خون بنتا ہے جگر اس پر مسلط ہے جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے اس مواد کو تقسیم کرتا ہے۔ خون رگوں میں چلا جاتا ہے۔ دودھ کھیریوں میں پہنچ جاتا ہے اور گوبر اپنی کیفیت میں باقی رہتا ہے۔ امام بیضاوی کہتے ہیں شاید یہ مراد ہو کہ اس کا اوسط دودھ کا مادہ ہے اور اس کا اعلیٰ اس خون کا مادہ ہے جو بدن کو غذا دیتا ہے۔ جگر اوجھ سے جو منہضم کھانا ہوتا ہے اس کا خلاصہ جذب کر لیتا ہے اور فضلہ وہیں رہتا ہے پھر جگر اس کو تجزیہ کر دوبارہ ہضم کرتا ہے۔ پھر چار اخلاط بناتا ہے جن کے اندر مائیت ہوتی ہے۔ پھر جگر کی قوت ممیزہ ضرورت

سے زیادہ مانیث کو غلبہ دے کر دیتی ہے اور اسے گردوں اور پتہ اور تلی کی طرف دھکیل دیتی ہے اور بقیہ مجموعہ (خلاصہ) کو جگر اعضاء میں تقسیم کر دیتا ہے۔ علیم و حکیم کی تقدیر سے ہر عضو کو اپنا حصہ پہنچ جاتا ہے۔ پھر اگر حیوان مونث ہو تو اس کے مزاج پر برودت اور رطوبت کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے اس کے اخلاط اس کی غذا کی مقدار پر زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر جگر زائد حصہ کو جنین (حمل) کی خاطر رحم کی طرف پہنچا دیتا ہے پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو زائد حصہ تمام یا اس کا بعض کھیری کی طرف کھینچ جاتا ہے پھر وہ حصہ سینے سفید گوشت کی مجاورت کی وجہ سے سفید ہو جاتا ہے پھر دودھ بن جاتا ہے۔ جو شخص اخلاط " دودھ کے پیدا کرنے " ان کے مقرر اور گزرنے کے راستوں " ان کو پیدا کرنے والے اسباب اور ان میں ہر وقت مناسب تصرف کرنے والی قوتوں میں غور و فکر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے کمال حکمت اور رحمت غیر متناہیہ کا اقرار بے ساختہ کرے گا۔ پہلا من تبعیضیہ ہے کیونکہ دودھ بعض جانوروں سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا من ابتدائیہ ہے جیسے سقیت من الحوض میں ہے ذوالحال کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اسے مقدم کیا گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تنبیہ ہو جائے کہ یہی عبرت کا مقام ہے (بیضاوی)
(تفسیر مظہری [illegible])

لغوی اشارے ✭ تَبَیَّنَ: وہ ظاہر ہو گیا، وہ کھل گیا "تبینٌ" سے جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، واضح رہے کہ بیان کی دو صورتیں ہیں ایک تو خود دلالت حال کی صورت میں یہ حالت میں، دوسرے آزمائش کے ذریعہ کسی چیز کا کھلنا اور واضح ہونا خواہ آزمائش بذریعہ نطق ہو یا کتابۃً یا اشارۃً ● عِبْرَۃً: عبرت، نصیحت حاصل کرنا، دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا، دھیان کرنا۔ راغب لکھتے ہیں "اصل میں عبر کے معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال میں گزرنے کے ..... اور اعتبار اور عِبْرَۃ اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے کہ حس کے ذریعہ ایک ایسی چیز کی معرفت سے کہ جو مشاہدہ میں آرہی ہے اس چیز کی معرفت تک پہنچا جائے کہ جو ابھی مشاہدہ میں نہیں آئی۔ المصباح المنیر میں لکھا ہے کہ "اعتبار کے معنی نصیحت پکڑنے کے بھی آتے ہیں۔ خلیل نے کہا عبرۃ و اعتبار کے معنی ہیں گزرے ہوئے واقعات سے نصیحت پکڑنا اور عبرت حاصل کرنا۔ عبرۃ کی جمع عِبَر ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں "عِبْرَۃ کے معنی ہیں نصیحت حاصل کرنا۔ وہ نشانی ہے کہ حس کے ذریعہ جہالت کے مقام کو عبور کر کے علم تک رسائی ہوتی ہے اس کی اصل عُبُور سے ہے جس کے معنی ہیں ایک جانب سے دوسری جانب کی طرف پہنچ جانا اور اسی عبور سے عبارۃ ہے جس کے معنی اس کلام کے ہیں جو معنی کو لے کر مخاطب تک پہنچتا ہے اور اسی سے عبارۃ الرؤیا ہے کیونکہ وہ خواب کی تعبیر ہے۔ خازن بغدادی کے نزدیک عبرت وہ دلالت ہے جو یقینا علم تک پہنچاتی ہے اور علم تک رسائی کراتی ہے۔ (لغات القرآن)

س م ح ش

وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا
حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَ
مِمَّا يَعْرِشُونَ ۝ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ
ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ
لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ
ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۚ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ
عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝ ع

اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں بھی (عبرت ہے) جن سے تم نشہ بناتے ہو اور عمدہ روزی بھی (قرار) دیتے ہو) بے شک اس میں بھی عقل مندوں کے لئے بڑی نشانی ہے *

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اور ان چھتوں میں جنہیں لوگ چھاتے ہیں چھتے بنایا کرے * پھر ہر ایک پھل کو کھایا کرے پھر سوراخوں میں سمٹ کر آیا جایا کرے ان کے پیٹوں میں سے ایک ایسا شربت نکلتا ہے جس کی مختلف رنگتیں ہوتی ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے بے شک اس میں بھی غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے * اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تم کو مارتا ہے اور کچھ تم میں سے نکمی عمر تک بھی پہنچائے جاتے ہیں کہ جن کو علم کے بعد کچھ بھی معلوم نہیں رہتا بے شک اللہ بڑا علم اور قدرت والا ہے

(۶۷ تا ۷۰) ع

۶۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان (کھجور، انگور) کے پھلوں سے کشید کی جانے والی جو چیز حرام ہے وہی شراب ہے اور رزق حسن وہ ہے جو ان کے پھلوں میں سے حلال کیا گیا ہے ایک اور روایت میں ہے کہ ان سے شراب بنا کر پینا حرام ہے جب کہ ان پھلوں کا کھانا حلال ہے اور یہی رزق حسن ہے یعنی جب کھجوریں اور انگور خشک ہو جائیں تو ان سے سرکہ بنایا جاتا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا ان فی ذلک لآیۃ لقوم یعقلون۔ یہاں عقل کا ذکر نہایت مناسب اور موزوں ہے کیونکہ یہ

انسان کی صحت کے لئے افضل اور اعلیٰ چیز ہے۔ اسی لئے عقول کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر نشہ آور چیزیں حرام کر دی ہیں۔ (بحوالہ ابن کثیر۔ ت کرم شاہ الازہریؒ)

۶۸۔ اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈال دی کہ تو بعض پہاڑوں میں گھر بنا لے اور بعض درختوں میں بھی اور ان میں جو چھتیں بناتے ہیں ان میں بھی۔ "وحی کرنے" سے مراد ہے الہام کرنا اور دل میں ڈالنا۔ یعرشون سایہ کے لئے گھروں کی چھتیں بناتے ہیں یا عرش سے مراد ہے انگوروں کی ٹٹیاں۔ عرش کا لغوی معنی ہے چھت۔ من الجبال اور من الشجر اور مما یعرشون میں من تبعیضیہ ہے کیونکہ سب پہاڑوں اور سب درختوں میں اور سب چھتوں اور انگور کی ٹٹیوں میں شہد کی مکھی کے چھتے نہیں لگتے نہ ہر جگہ چھتا ہوتا ہے۔ بعض پہاڑوں اور بعض درختوں وغیرہ میں بعض جگہ چھتے لگتے ہیں۔ شہد کی مکھی کے چھتے کو مکان کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ انسانی مکان کی طرح مکھیوں کے چھتوں میں بھی تمام ضروریات جمع ہوتے ہیں ان میں بھی متعدد کمرے، چھتیں اور دروازے ہوتے ہیں اور وہ بھی حسن صنعت کا ایسا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں کہ سوائے ماہر انجنیئر کے دوسرا کوئی انسان بھی نہ ایسا نقشہ بنا سکتا ہے نہ ایسی تعمیر کر سکتا ہے (مظہری)

۶۹۔ پھر تو کھا ہر قسم کے ثمرات سے۔ اس میں کثرت رزق کی طرف اشارہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اے شہد کی مکھی جہاں سے اور جو تجھے پسند ہے وہاں سے حاصل کرے تجھے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں میٹھا ہے یا کھٹا یا کڑوا وغیرہ * جب تو اپنے گھر سے دور مقام بعیدہ سے پھل حاصل کرنا چاہے تو تو داخل ہو جا اپنے رب کے راستوں میں یعنی پہاڑوں اور درختوں میں یعنی وہ راستے جو تجھے تیرے رب تعالیٰ نے بتائے اور تجھے اپنے گھر واپس لوٹنے کا الہام فرمایا کہ اگرچہ تو کتنا ہی دور چلی جائے تب بھی تو اپنے گھر واپس لوٹ آئے گی۔ درانحالیکہ وہ راستے چلنے اور پہنچنے کے لئے آسان ہوں گے شہد کی مکھی کی کاروائی مذکورہ کا نتیجہ اور سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ شہد کی مکھی کے فوائد کیا ہیں جواب دیا مکھی کے پیٹ سے قے کے ذریعہ شہد نکلتا ہے یا پی شراب یعنی مشروب ہے کیونکہ شہد کو پیا جاتا ہے اسی لئے اسے شراب یعنی مشروب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے مختلف رنگ ہیں سفید، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کی شہد ہوتی ہے۔ یہ اختلاف شہد کی مکھیوں کی سن کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً سفید ان کے نوجوانوں سے، زرد ان کے انتہائی بوڑھوں سے، سرخ ان کے درمیانی عمر والوں کی اور بعض اوقات ان کے رنگ کا اختلاف میووں کے مختلف رنگوں کی وجہ سے ہوتا ہے * اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یعنی شہد ان دردوں کی دوا ہے جن کے متعلق اس میں شفا دینے کا مادہ رکھا گیا ہے۔

فیہ شفاء للناس میں عموم کلی نہیں کہ ہر مرض کی دوا ہو یا ہر انسان کی شفا ہو اس کے عموم کلی نہ ہونے کی دلیل موجود ہے وہ یہ کہ نکرہ سیاق واثبات میں واقع ہے وہ عام نہیں بلکہ وہ نکرہ جو سیاق نفی

میں واقع ہو وہ عام ہوتا ہے۔ (التسہیل فی الاتقان للسیوطی)۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہد بھی بیماریوں میں ویسے شفا دیتا ہے جیسے دوسری ادویہ فائدہ بخشتی ہیں یعنی جیسے ان کے مخصوص خواص ہیں اس کے بھی ہیں۔

* بے شک شہد کی مکھی میں قدرت کاملہ کی حجت ظاہرہ اور دلالۃ باہرہ ہے ایسے لوگوں کے لئے جو تفکر اور تدبر کرتے ہیں تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ شہد کی مکھی نہایت صغیر جثہ اور بہت کمزور ہونے کی وجہ سے اتنا عظیم کارنامہ انجام نہیں دے سکتی اس پر ضرور کسی ذات کی نظر عنایت ہے ورنہ دوسرے حشرات الارض بھی ہیں اس سے بہتر اور بڑھ کر ہیں لیکن ان سے ایسی صنعت کہاں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا خالق اس کا مربی ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے۔ (روح البیان۔ت)

۷۰۔ "اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا" عدم سے اور ہستی کے بعد ہستی عطا فرمائی کیسی عجیب قدرت ہے "پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے" اور تمہیں زندگی کے بعد موت دے گا جب تمہاری اجل پوری ہو جو اس نے مقرر فرمائی ہے خواہ بچپن میں یا جوانی میں یا بڑھاپے میں۔ "اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے" جس کا زمانہ عمر انسانی کے مراتب میں ساٹھ سال کے بعد آتا ہے کہ قویٰ اور حواس سب ناکارہ ہو جاتے ہیں اور انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے "کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے" اور نادانی میں بچوں سے زیادہ بدتر ہو جائے ان تغیرات میں قدرت الٰہی کے کیسے عجائب مشاہدے میں آتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مسلمان بفضل الٰہی اس سے محفوظ ہیں طول عمر و بقائے العبد اللہ کے حضور میں کرامت اور عقل و معرفت کی زیادتی حاصل ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ توجہ الی اللہ کا ایسا غلبہ ہو کہ اس عالم سے انقطاع اور بندہ متوسل دنیا کی طرف التفات سے مجتنب ہو۔ (حاشیہ۔ کنزالایمان)

لغوی اشارے * ثَمَرَات: پھل، میوے، ثمر کی جمع ▲ اَلنَّخِیل: کھجوریں، ▲ اَعْنَاب: انگور۔ عنب کی جمع جس کے معنی انگور کے ہیں ▲ سَکَرًا: جس چیز کا نشہ ہو، نبیذ، امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں۔ "سلف نے سکر کی تاویل میں اختلاف کیا چنانچہ حسن اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ کھجور اور انگور کی جو چیز حرام ہو چکی ہے، سکر ہے اور جو اس میں حلال ہے "رزق حسن" ہے اور ابراہیم، شعبی اور ابو رزین سے روایت ہے کہ سکر خمر ہے اور حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے بھی بروایت مغیرہ عن ابراہیم یہی روایت ہے اور ابن شبرمہ راوی ہیں کہ سکر شراب خرما ہے اور ان سب نے کہا ہے کہ اس کی اباحت تحریم خمر سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اس کے بعد امام جصاص رازی اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سکر کے معنی نبیذ کے اور رزق حسن کے معنی کشمش کے نقل کرکے فرماتے ہیں "جب سلف نے اس کے معنی خمر اور نبیذ خرما یا انگور کی اس چیز کے لئے ہیں کہ جس کا استعمال حرام ہے تو یہ ثابت ہوا کہ یہ اسم مسکر کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ان کا کہنا کہ تحریم خمر سے یہ حکم منسوخ ہے...." (لغات القرآن) [illegible]

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ
رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۗ اَفَبِنِعْمَةِ
اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۗ اَفَبِالْبَاطِلِ
يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ۙ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝

اور اللہ تعالیٰ نے برتری بخشی ہے تم میں سے بعض کو بعض پر دولت کے لحاظ سے ۔ پس (بتاؤ) کیا وہ لوگ جنہیں برتری بخشی گئی ہے وہ لوٹانے والے ہیں اپنی دولت کو ان لوگوں پر جو ان کے مملوک ہیں تاکہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں (ہرگز نہیں) تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں ✱ اور اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائیں تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا فرمائے تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق عطا فرمایا تمہیں پاکیزہ تو کیا (یہ لوگ) باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی ناشکری کرتے ہیں ✱ اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ان معبودوں کی جو انہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ کچھ کر سکتے ہیں (۱۶/ ۷۱ تا ۷۳ ✱ ت : ص)

۷۱ - اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو غنی، مالک اور بادشاہ بنایا جو لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں اور بعض کو مملوک یا عسکری یا فقیر بنایا جو کسی چیز پر قادر نہیں ہوتا، یعنی جو غنی اور بادشاہ ہیں کیا اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے جو زائد ہے، وہ دیتے ہیں اپنے غلاموں کو تاکہ وہ رزق میں مساوی ہو جائیں۔

✱ یہ مشرکین کا رد اور ان کے خیالات باطلہ کا انکار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوق کو الوہیت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ انہیں اس کی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ وہ کسی نہ کسی چیز کو کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، جبکہ وہ خود اپنے غلاموں کو اس چیز میں شریک نہیں کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمائی تھیں تاکہ وہ غلام ان کے مساوی ہو جائیں مال و دولت میں حالانکہ وہ غلام ان کی اپنی جنس سے تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ مطلب ہو کہ مالک اپنا رزق اپنے غلاموں پر نہیں لوٹاتے بلکہ جو کچھ وہ غلاموں کو دیتے ہیں وہ ان کے غلاموں کا ہی رزق ہے،

1552

جو اللہ تعالیٰ نے ان مالکوں کے ہاتھوں (یعنی غلاموں کو) پہنچایا ہے۔ پس وہ اس میں برابر ہیں یعنی مالک اور غلام اس چیز میں برابر ہیں کہ تمام کو اللہ تعالیٰ نے رزق عطا فرمایا ہے۔ پس "فھم فیہ سواء" جملہ منفیہ کو لازم ہے یا اس کی تاکید ہے* وہ یہ کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے تھے۔ ان کا یہ فعل اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بعض نعمتوں کو اصنام کی طرف منسوب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کا انکار کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو یا اس لئے یہ فرمایا کہ وہ انکار کرتے تھے ان دلائل و حجج کے جن کو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا تھا۔ جحود کے ضمن میں کفر کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے باء کا صلہ ذکر فرمایا۔ ابوبکر نے تاء کے ساتھ تجحدون خطاب کا صیغہ پڑھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ" میں خطاب کا صیغہ ہے اور باقی قراء نے "فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ" کے ارشاد کی وجہ سے یا کے ساتھ غائب کا صیغہ پڑھا ہے۔ (تفسیر مظہری۔ ت: مریم)

۷۲۔ اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے پیدا فرمائی ہیں تمہارے نفسوں سے یعنی تمہاری جنس سے تمہاری عورتیں تاکہ تم ان سے انس حاصل کرو اور ان کے ذریعہ اپنی مصالح زندگی صحیح رکھ سکو تاکہ تم جیسی اولاد ان سے پیدا ہو اور پیدا کئے ہیں تمہارے زن و شوہر سے بچے، تمہاری اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ (جو) تمہاری خدمت و طاعت اور معاونت کرتی ہے اور تمہیں طیبات میں سے رزق بخشا۔ طیبات سے لذیذ اشیاء مراد ہیں جیسے شہد وغیرہ اور یہ من تبعیضیہ ہے اس لئے کہ کل طیبات تو بہشت میں عطا ہوں گی اور دنیا کی طیبات معمولی نمونہ ہے۔ تو کیا تم ایسے بلند شان والے معبود کے ساتھ شریک کرکے باطل معبودوں پر ایمان لاتے ہو۔ باطل سے ان کے اصنام مراد ہیں اسی طرح بحائر وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ بایں معنی کفر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اصنام کی طرف منسوب کرتے۔ (ف) باطل سے مراد ہر وہ امر ہے جو شرک کا سبب ہو۔ نعمت اللہ سے اسلام، قرآن اور اس کی بیان کردہ توحید و احکام مراد ہیں۔ (روح البیان۔ ت)

۷۳۔ ظاہری بڑی نعمتوں کے علاوہ رات دن میں بندوں کو کروڑ ہا نعمتیں ملتی ہیں تو بندوں پر فرض و لازم ہے کہ اپنے منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کا ہر دم شکر ادا کریں۔ "شکر الٰہی کیا ہے"۔ شکر الٰہی دراصل اللہ تعالیٰ معبود حقیقی کی سچی پکی اور صحیح عبادت ہے۔ یہ کفار مشرکین بے وفا اور ناشکرے ہیں کہ نعمتیں رب تعالیٰ کی کھاتے ہیں اور اس کو تسلیم بھی کرتے ہیں اور جب شکر اور عبادت کی بات آئی تو "عبادت اللہ کے سوا جھوٹے معبودوں اور اصنام کی کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں سے اپنے "پرستاروں پرستش کرنے والوں" کے لئے کسی بھی رزق دینے کے مالک نہیں قطعاً کچھ بھی، اور نہ ہی کچھ طاقت و ہمت رکھتے ہیں۔ "یہ تو بے حس و حرکت اور لاچار ہیں" بندے کا رب کا یہ بڑا عیب ناشکری ہے۔ بحوالہ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارات ★ رِزْقُ : روزی، رزق۔ راغب رقمطراز ہیں کہ "رزق کبھی تو عطا جاری کو کہا جاتا ہے، خواہ دنیوی ہو یا اخروی اور کبھی حصہ کو اور وہ جو پیٹ میں پہنچ کر غذا بن جاتا ہے۔ عطاءِ دنیوی کی مثال فی السماء رزقکم (آسمان میں ہے تمہاری روزی) اور عطاءِ اخروی کی مثال وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (اور ان کو ہے ان کی روزی وہاں صبح اور شام) ▲ رَآدِّي : پھیرنے والے، لوٹا دینے والے۔ رَدٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب و جر۔ یہ اصل میں رَآدِّيْنَ تھا نونِ جمع اضافت کے سبب ساقط ہو گیا ہے ▲ جَحَدُوْا : انہوں نے انکار کیا، وہ منکر ہوئے (فتح) جَحْدٌ اور جُحُوْدٌ سے، جس کے معنی دل میں جس چیز کا اثبات ہو اس کی نفی اور جس چیز کی نفی ہو اس کا اثبات کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ▲ حَفَدَةً : پوتے، حَافِدٌ کی جمع ہے جو حَفْدٌ سے۔ جس کے معنی خدمت کے لئے دوڑتے ہوئے حاضر ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ ہر وہ شخص جو خوشی سے دوڑتے ہوئے خدمت کے لئے حاضر ہو خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، حافد کہلاتا ہے۔ مفسرین کا بیان ہے کہ حَفَدَة سے پوتے وغیرہ مراد ہیں کیونکہ ان کی خدمت زیادہ سچی ہوتی ہے۔ (ل ق)

مفہومات مزید ★ اللہ تعالیٰ خالقِ اکبر، معبودِ حقیقی، مالک و مختارِ کل ہے وہ اپنی حکمتِ بالغہ اور فضل و عدل سے مال و اقتدار جسے چاہے عطا کرے اور جسے چاہے نادار و مسکین رکھے۔ کوئی امیر نہیں چاہے گا کہ اپنے امیر کا مال چھین کر ناداروں میں اس طرح بانٹ دے کہ بہ اعتبارِ دولت سب یکساں ہو جائیں تو پھر لوگ کس طرح اپنے مالکِ حقیقی رب تعالیٰ معبودِ یکتا کی ذات و صفات میں قدرت و اختیار میں اوروں کو شریک عبادت کرتے ہوئے اور معبودانِ باطل کو بھی عبادت و پرستش میں شامل کر سکتے ہیں جو چیز یعنی مال میں حصہ داری جب اپنے لئے نہیں چاہتے تو پھر اپنے خالق و معبودِ حقیقی کے لئے کیوں چاہتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار سے بچنا اور شرک سے اجتناب میں سعادت ہے ● اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات پوری مخلوقات بلکہ خود تمہیں اور تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے پیدا کئے۔ اور تمہاری بیویوں کو تمہارے لئے راحت و آرام و آسودگی اور سکون کا ذریعہ اور ان ہی سے تمہارے لئے اولاد اور اولاد کی اولاد کا سامان کیا، تمہیں کھانے کے لئے عمدہ غذائیں، نعمتیں، میوے، مشروبات عطا کیں اگر اس کے باوجود بجائے شکرِ حق تعالیٰ بجا لانے اور معبودِ یکتا کی عبادت کے کوئی معبودانِ باطل پر فریفتہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا منکر ہو تو اس سے بڑا احسان فراموش، نادان، محروم اور بدنصیب کون ہوگا

● اللہ تعالیٰ سب کا پیدا کرنے والا اور وہی لائقِ عبادت ہے بندوں کو اپنے پالنہار کی عبادت کرنی چاہئے تعجب کی بات ہے کہ معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے بجائے بعض لوگ ایسوں کی پرستش میں مبتلا ہیں جن کے باطل، بے حس، بے بس ہونے میں کوئی شبہ نہیں جنھیں آسمانوں اور زمین سے روزی دینے کا اختیار ہے اور نہ کوئی قدرت و طاقت اور یہ معبودانِ باطل کچھ بھی نہیں کر سکتے خود لاچار و مجبور ہیں (س م ح ش)

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ
مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ
اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا
يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ع

سو تم اللہ کے لئے مثالیں نہ گھڑو بے شک اللہ ہی علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے * اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک تو غلام مملوک ہے کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے کیا (ایسے لوگ باہم) برابر ہو سکتے ہیں ساری تعریف تو اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر ان (مشرکین) میں سے علم ہی نہیں رکھتے * اور اللہ (ایک اور) مثال بیان کرتا ہے کہ دو شخص ہیں ایک ان میں سے گونگا ہے کسی چیز پر قادر نہیں اور وہ اپنے مالک پر وبال جان ہے اور وہ جہاں اسے بھیجتا ہے وہ کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے اور وہ خود سیدھے راستے پر ہے * (ت: م ۷۴ تا ۷۶/۱۶)

۷۴۔ "پس (اے جاہلو!) نہ بیان کیا کرو اللہ تعالی کے لئے مثالیں"۔ ضرب المثل کا معنی ہے ایک حال کو دوسرے حال سے تشبیہ دینا۔ تم اللہ تعالی کی ذات وصفات کو جانتے ہی نہیں ہو، تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سا وصف اس کے لئے بیان کرنا جائز ہے اور کون جائز نہیں ہے تو پھر تم کیسے اس کے لئے مثالیں بیان کرتے ہو؟ تمہارا قیاس باطل ہے کیونکہ تمہارا غائب کو شاہد پر قیاس کرنا ہے اور یہ قیاس جامع نہیں ہے۔

"بے شک اللہ تعالی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" اللہ تعالی ضرب الامثال اور اشیاء کی حقیقت کو جانتا ہے اور تم اشیاء کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ یا یہ معنی کہ اللہ تعالی تمہارے ضرب الامثال کی خطا اور تمہارے قیاسات کے فساد کو جانتا ہے جیسا کہ وہ کہتے تھے بادشاہ کے غلاموں کی عبادت مالک کی عبادت میں تعظیم کو زیادہ داخل کرتی ہے۔ اور وہ تمہارا اس جرم کی سزا

کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو اور تم یہ سب کچھ نہیں جانتے۔ اگر تمہیں اپنے جرم کا احساس ہوتا تو تم کبھی
یہ جرات نہ کرتے یہ نہی کی علت ہے۔ (تفسیر مظہری ۔ ج ۔ ص م)

۷۵۔ "ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا" ایک شے کے حال کو دوسرے کے حال یا ایک قصے کو دوسرے قصے سے تشبیہ دینا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک شے ذکر فرمائی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اصنام کے درمیان تباین حال کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ ماضی میں کوئی اس قسم کی شے بیان فرمائی جس کی اب خبر دے رہا ہے بلکہ اصل جو کچھ بیان فرمایا ہے یہی بطور انشاء ہے۔ "عَبْدًا مَّمْلُوْكًا" یہ مثلًا سے بدل ہے اور اس کی تفسیر ہے اور اس مثل کا مقصد ہے کہ اس کی مملوکیت اور اس کے عجز وضعف کا اظہار ہو اور عبد کے مملوک میں اشارہ ہے کہ یہاں پر وہ عبد مراد ہے جو کسی کا زرخرید ہو ورنہ عبدیت الٰہی میں تو آزاد و مملوک دونوں برابر ہیں۔ "لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ" وہ کسی شے پر تصرف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اس سے عبد ماذون و مکاتب خارج ہو گئے اس لئے کہ ان میں من وجہ تصرف کی قدرت ہوتی ہے۔ "وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ" من موصوفہ ہے اور اس کا عطف عبدًا پر ہے اس کا معنی ہے کہ وہ آزاد انسان جسے ہم نے رزق کا مالک بنایا۔ یہاں آزاد انسان کا معنی اس لئے کیا تاکہ عبدًا مملوکًا کے مطابق گفتگو ہو سکے "مِنَّا" ہماری جانب سے یعنی اللہ کبیر متعال سے "رِزْقًا حَسَنًا" حلال طیب رزق یا اس سے وہ رزق مراد ہے جو لوگوں کے نزدیک مستحسن تصور ہو "فَهُوَ" پس وہ آزاد انسان "يُنْفِقُ مِنْهُ" اس سے خرچ کرسکے۔ یہ ضمیر رزق حسن کی طرف راجع ہے "سِرًّا وَّجَهْرًا" یعنی حالت سر اور حالت جہر میں۔ اور حالت سر کی تقدیم میں اس طرف اشارہ ہے کہ چھپا کر خرچ کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔ "هَلْ يَسْتَوٗنَ" کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں جمع کی ضمیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں پر وہ لوگ مراد ہیں جو ایسے اوصاف سے متصف ہوں یعنی عبد اور آزاد جو اوصاف مذکورہ سے موصوف ہوں وہ شان و شرف میں برابر نہیں یہاں شخصین فرد مراد نہیں اسی لئے صیغہ جمع موزوں ہے۔ اب آیت کا یہ معنیٰ ہوا کہ کیا یہ لوگ برابر ہیں یعنی برابر نہیں اس لئے کہ مملوک اپنے آقا و مالک اور صاحب ثروت اور لوگوں کے محتاج ہوتے ہیں پھر جب مملوک اپنے آقا کے سامنے عاجز کمزور ضعیف و ناتوان ہے تو پھر اس کا آزاد انسان کا مقابلہ کس طرح ہو سکتا ہے جو ہر طرح کے تصرف کا مالک ہو اور اس کے پاس دنیا اور دولت کی فراوانی ہو اسی طرح اصنام کا حال ہے کہ وہ جماد محض ہیں پھر وہ خالق کائنات اور مالک جملہ تصرفات کے برابر کس طرح ہو سکتے ہیں "الحمدللہ" اس لئے لایا گیا ہے تاکہ اشارہ ہو کہ ہر ایک کو عطا کرنے والا وہی ہے اگرچہ اسباب ہی کیسے کیوں نہ ہوں اس معنی پر وہی عبادت کا مستحق ہے نہ کہ وہ صنم جو کسی قسم کی قوت وطاقت نہیں رکھتے

بلکہ مشرکین عناد و سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی شان کو بھی کو نہیں جانتے (روح البیان۔ ت)

۷۶۔ مشرکین جو خدائی اور عبادت میں اپنے اصنام کو بھی اللہ جل مجدہ کا مثیل سمجھتے تھے۔ ان کی حماقت کو واضح کرنے کے لیے ایک اور مثال ذکر فرمائی۔ فرمایا ایک شخص ہے جو پیدائشی طور پر گونگا بھی ہے اور بہرہ بھی۔ اسے کسی چیز پر کوئی اختیار بھی حاصل نہیں وہ اپنے رشتہ دار پر صرف بوجھ ہے اور قدم قدم پر ایسا سست ہے کہ جس کام کے لیے بھیجا جاتا ہے وہ نامراد لوٹتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص ہے جو عدل و انصاف قائم کرنے میں سرگرم عمل رہتا ہے۔ اس کا کوئی قدم راہ ہدایت سے ادھر ادھر نہیں اٹھتا۔ اے مشرکو! تم ہی بتاؤ کیا یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ اگر یہ دونوں انسان ہوتے ہوئے ایک جیسے نہیں تو تمہارے اصنام اوثان جو اس نحوست غلام سے بھی گئے گزرے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہم پلہ کیسے ہو سکتے ہیں تاکہ تم [illegible] ابھی [illegible] ان کی عبادت ترک کر دو جو صرف اللہ کا حق ہے (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ★ "ضَرَبَ" بیان کیا، بتایا، ظاہر کیا۔ ضَرَبَ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ "ضرب المثل" کے معنی مثال بیان کرنے کے ہیں۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کے معنی ہیں اللہ نے مثال بیان کی۔ قرآن مجید میں لفظ "ضَرَبَ" جہاں آیا ہے مثال بیان کرنے کے معنی میں آیا ہے ▲

مَّمْلُوْكًا : اسم مفعول واحد مذکر۔ مَلْك مادہ باب ضرب، مملوک، لیا ہوا، وہ جو کسی کی ملکیت میں ہو یعنی غلام (معالم) عبد مملوک سے مراد اس قدر ہی کا فرد ہے۔ (قرطبی) یا بقول عطاء مراد ہے ابن جریج اور ابو جہل مراد ہے (مالک المالکون) ▲ يَسْتَوٗنَ : واحد مذکر غائب مضارع استواء مصدر۔ منفی وہ برابر نہیں ہے۔ مثبت استفہام انکاری۔ کیا برابر ہے یعنی برابر نہیں ہے (ل ق)

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ
اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ
مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَـكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ
فِىْ جَوِّ السَّمَاۤءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب بےشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے * اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو * کیا انہوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے آسمان کی فضا میں انہیں کوئی نہیں روکتا سوا اللہ کے بےشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو

(۱۶/۷۷ تا ۷۹ * ت ا ک)

۷۷۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم اور کمال قدرت کو بیان فرما رہا ہے۔ علم غیب اسی کے ساتھ مخصوص ہے اس کے آگاہ کئے بغیر کوئی از خود غیب نہیں جان سکتا۔ اس کی قدرت اتنی بے پایاں اور مکمل ہے کہ نہ اس کی مخالفت کی جا سکتی ہے اور نہ اسے روکا جا سکتا ہے اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو لفظ "کن" کی کرشمہ سازی سے وہ چیز ہو جاتی ہے" اور نہیں ہوتا ہمارا حکم مگر ایک بار جو آنکھ جھپکنے میں واقع ہو جاتا ہے" نہیں ہے تم سب کو پیدا کرنا اور مار دینے کے بعد پھر زندہ کرنا (اللہ کے نزدیک) مگر ایک نفس کی مانند" (ابن کثیر۔ ت: کش)

۷۸۔ اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے تمہاری ماؤں کے شکموں سے تمہیں نکالا۔ تم کسی شے کو نہیں جانتے تھے یہ جملہ حالیہ ہے یعنی درانحالیکہ تم امور دنیا و آخرت کے کسی ایک امر کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی عالم ارواح میں تمہاری ارواح کو کچھ خبر تھی اور نہ ہی تمہارے ذرات کا کچھ پتہ تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا " الست بربکم " اور نہ ہی انہیں اس کے جواب میں " بلیٰ " کہنے کا علم تھا ▲ انسان بوقت پیدائش جملہ امور سے بے خبر ہوتا ہے ▲ اور بنائے تمہارے کان۔ بیان سمع کی تقدیم اس لئے ہے کہ وحی کے حصول کا راستہ یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام نابینا ہوئے لیکن محروم سمع نہیں ہوئے یا اس لئے کہ سمع کا ادراک بصر سے پہلے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ

نمودار ہوتی ہے کیونکہ آنکھوں سے پہلے کھلتے ہیں اور سمع کو مفرد اس لیے لایا گیا ہے کہ یہ دراصل مصدر ہے اور مصدر تثنیہ یا جمع نہیں ہوتا۔

والابصار: یہ بصر (بینائی، آنکھ) کی جمع ہے۔ آنکھ کی حس کو بصر کہا جاتا ہے۔ "وَالْاَفْئِدَۃَ" فؤاد کی جمع ہے وہ دل کے لیے ایسے ہے جیسے سینہ میں دل۔ یہ لفظ جمع قلت کا صیغہ ہے جو کثرت کے معنی میں مستعمل ہے ▲ معنی یہ ہوا کہ ہم نے یہ اشیاء تمہارے لیے بطور آلات بنائی ہیں تاکہ تم ان کے ذریعہ سے علم و معرفت حاصل کرو "لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ" احسان مانو۔ اس ارادہ پر کہ تم شکر کرو۔ ان آلات (سمع، بصر، کلام) کی ادائیگی شکر کی صورت یہ ہے کہ انہیں ان امور میں استعمال کیا جائے جن کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ جس نے ان آلات کو غیر موضوع امر میں استعمال کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اس کی امانت میں خیانت کی ▲ اس کا یوں شکر کرو کہ سمع سے سوائے اس کے کلام کے کچھ نہ سنو اور بصر سے سوائے اس کے جمال کے اور کسی کو نہ دیکھو اور دل سے سوائے اس کی ذات کے اور کسی سے محبت نہ کرو اور زبان سے اس کے سوا کسی سے نہ بولو۔ (روح البیان۔ت)

۷۹۔ "کیا انہوں نے کبھی نہیں دیکھا پرندوں کی طرف کہ وہ مطیع اور فرمانبردار کر دیے گئے ہیں": "اَلَمْ یَرَوْا" ابن عامر، یعقوب اور حمزہ نے غائب پر خطاب کو غلبہ دیتے ہوئے تاء فوقانیہ کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے پچھلوں کے ارشاد کی بناء پر غائب کا صیغہ پڑھا ہے۔ یعنی پرندوں کو جو پر اور دوسرے اسباب عطا کیے گئے ہیں ان کی وجہ سے وہ اڑ رہے ہیں مطیع و فرمانبردار ہو کر۔ "آسمانی میں" یعنی زمین و آسمان کی درمیانی ہوا میں۔ امام بغوی فرماتے ہیں کعب الاحبار سے مروی ہے کہ ہوا میں بارہ میل اوپر تک اڑان ہو سکتی ہے (پرندہ) اس سے اوپر نہیں جاتا (تفسیر بغوی) "کوئی چیز انہیں تھامے ہوئے نہیں بجز اللہ کے" اس ہوا میں انہیں کوئی روکے ہوئے نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے" پرندوں کے جسم کا ثقل نیچے آنے کا تقاضہ کرتا ہے، نہ تو ان کے اوپر کوئی علاقہ ہے، نہ نیچے کوئی سہارا ہے جو انہیں فضا میں ٹھہرا سکے۔ بے شک اس میں (کھلی) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں": یعنی اس اڑان کی تسخیر میں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح تخلیق فرمایا ہے کہ فضاء میں اڑنا ان کے لیے ممکن ہو گیا اور خلاف طبع کے انہیں ہوا میں روکے ہوئے ہے۔ مومن قوم کے لیے ہی اس میں کھلی نشانیاں ہیں کیونکہ وہی ان سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری۔ ت۔ ج ۲)

لغوی اشارے ✱ اَمر: کام، معاملہ، حالت، حکم۔ امر کا لفظ تمام اقوال و افعال کے لیے عام ہے۔ جب امر حکم کے معنی میں آئے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ بصیغۂ امر ہی ہو بلکہ خواہ بصیغہ امر ہو خواہ بلفظ خبر یا بطریق اشارہ و کنایہ ہو، سب امر کے معنی میں داخل ہے ▲ سَمْعٌ: قوت سامعہ، کان، سننا۔ پہلے دو معنوں کے اعتبار سے اسم ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے سَمِعَ یَسْمَعُ

کا مصدر ہے۔ امام راغب مفردات میں تحریر فرماتے ہیں: کان کی وہ قوت کہ جس سے آوازیں دریافت کی جاتی ہیں، سَمْعٌ ہے اور اس کے فعل کو بھی سمع کہتے ہیں۔ سَمِعَ سَمْعًا آتا ہے اور کبھی سمع سے کان مراد لیا جاتا ہے اور کبھی لفظ سماع کی طرح اس کا فعل (یعنی سننا) مراد ہوتا ہے اور کبھی سمجھنا اور کبھی ماننا اس سے مراد لیا جاتا ہے۔ ▲ اَبْصَار : آنکھیں اور بینائیاں۔ بصر کی جمع ہے۔ بصر آنکھ اور بینائی دونوں کو کہتے ہیں اور بینائی بھی آنکھ کی ہو یا دل کی دونوں کو بصر کہا جاسکتا ہے۔ ▲ اَفْئِدَة : دل، فؤاد کی جمع جس کے معنی دل کے ہیں۔ ▲ طَیْر : پرندے، پرندہ۔ علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں: طائر کی جمع طَیْر ہے جیسے کہ صَاحِبٌ اور صَحْبٌ اور رَاکِبٌ اور رَکْبٌ ہیں اور طَیْر کی جمع طیور اور اَطْیَار آتی ہے۔ ابو عبیدہ اور قطرب کے پاس لفظ طیر واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ ▲ جَوّ : ہوا، جِوَاء اور اَجْوَاء جمع (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ اللہ تعالیٰ خالق اکبر، رب العالمین، قادر مطلق، وحدہ لاشریک معبود حقیقی ہے۔ اس نے ہر مخلوق کو حسن و جاذبیت، خوبی و کمال اور منفرد حیثیت سے مالا مال فرما دیا۔ انسان کو خیریت اعلیٰ وارفع اور اشرف المخلوقات بنا دیا گیا ہے سب مفضول اور انسان افضل ہے۔ تمام پانی، زمین کے اوپر اور نیچے اور ہواؤں میں نظر آنے والی جملہ مخلوقات غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑے اہم ہیں وہ اپنے حواس ظاہری اور حواس باطنی ہر ذریعے عالم میں موجود اشیاء، نظام اور مخلوق، زمین آسمان اور ہواؤں فضاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز قدرتوں کا نظارہ اور مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کی عبادت و شکر گزاری کیا کرتے ہیں۔ وہ پرندوں کو دیکھتے ہیں کہ آسمان اور فضاؤں میں بندھے بندھائے انداز سے حکم الٰہیہ کے پابند ہو کر اڑتے رہتے ہیں۔ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پرندے لطیف و نرم ہوا میں خوبی، عمدگی، مہارت اور چستی کے ساتھ اکثر اڑتے ہیں تو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور اسی کے حکم کے باعث انہیں یہ کمال حاصل ہے کیونکہ صرف مالک کائنات کا سہارا انہیں حاصل ہے ورنہ اوپر نیچے دائیں بائیں ان کے سنبھالنے کے لئے کوئی چیز کوئی روک نہیں۔ صرف قدرت الٰہی انہیں فضاؤں میں جہاں تک اور جتنی قوت اور صلاحیت پرواز عطا فرمائی ہے وہ اڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان سب کا اور ان کے اعمال کا خالق ہے جس کو چاہے چند پروں کے ساتھ فضاؤں میں اڑائے اور جب نہ چاہے وہ ہزاروں پروں کے ہوتے ہوئے نہ اڑ سکے اور نہ فضا میں رک ٹھہر سکے مثلاً مرغی، بطخ وغیرہ۔ جب کہ شاہین، زغن، کبوتر، زاغ، طوطا، مینا، چڑیا وغیرہ بحکم الٰہی اوپر بہت اوپر تک اڑتے بھی ہیں اور فضا میں رک سکتے ٹھہر سکتے بھی ہیں۔ یہ ساری حقیقتیں اہل ایمان کے لئے استقامت ایمانی، اور دوسروں کے لئے ایمان لانے کے لئے بڑی اہم نشانیاں ہیں اور قدرت کی بے شمار ان گنت دلیلیں ہیں۔

(ص م ح ش)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا
تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ
اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ
كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

اور اللہ ہی نے تمہارے گھروں کو تمہارے لئے آرام کی جگہ بنایا اور تمہارے لئے چارپایوں کی کھال کے خیمے بنائے جنھیں تم اپنے سفر اور اقامت میں بہت ہلکے پاتے ہو اور ان کی اون اور روئیں اور ان کے بالوں سے بھی بہت سے سامان اور ایک وقت تک کارآمد چیزیں بنائیں ✲ اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو تمہارے لئے سایہ دار بنایا اور تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور زرہ بھی جو تمہیں جنگ میں محفوظ رکھتی ہے۔ وہ یوں تم پر اپنی نعمتیں پوری کیا کرتا ہے تاکہ تم جھکو ✲ پھر بھی اگر نہ مانیں (تو اے رسول) تم پہ تو صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہے۔ (ج: ت ✲ ۸۲ تا ۸۰ / ۱۶)

۸۰ - "اور اللہ تعالیٰ نے ہی (اپنے فضل و کرم سے) بنا دیا ہے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ اور بنائے ہیں تمہارے لئے جانوروں کی چمڑوں سے گھر (یعنی خیمے) جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو سفر کے دن اور اقامت کے دن۔ اور (اسی نے بنائے ہیں) بھیڑوں کی صوف اور اونٹوں کی اون اور بکریوں کے بالوں سے مختلف گھریلو سامان اور استعمال کی چیزیں ایک وقت مقرر تک ✲ اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنے مزید انعامات کا ذکر فرما رہا ہے۔ اس نے اولاد آدم کو رہنے سہنے، سر چھپانے اور راحت و آرام کے حصول کے لئے مکانات عطا فرمائے، اسی طرح مویشیوں کی کھالوں سے بنے ہوئے خیمے بھی مرحمت فرمائے جنھیں دوران سفر اٹھانا اور سفر و حضر میں اقامت کے وقت نصب کرنا بہت آسان ہے۔ فرمایا: پھر اونٹوں اور بکریوں کے بال، بھیڑوں اور دنبوں کی اون سے ایک مقررہ میعاد تک کے لئے گھریلو سامان مثلاً شامیانے اور کپڑے وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور یہ مال تجارت بھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ترجمہ کوثر)

۸۱ - " اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں تمہارے (آرام کیلئے) " پہاڑ ، درخت ، عمارتیں وغیرہ تو ان چیزوں کے سائے
جن کو اس نے پیدا فرمایا یعنی جن کے سائے کے ذریعہ تم سورج کی گرمی سے بچتے ہو۔ " اور اسی نے بنائی ہیں
تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں " اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں ایسی جگہیں بنائی ہیں جن میں تم
چھپتے ہو اور ان کی غاروں میں رہائش پذیر ہوتے ہو اور ان کے پتھروں کو تراش کر اپنی عمارتیں تیار کرتے ہو
اکناف جمع ہے کن کی اور اس نے تمہارے لئے روئی ، اون اور ریشم سے قمیصیں بنائیں۔ " اور اسی نے
بنائے ہیں تمہارے لئے ایسے لباس " جو بچاتے ہیں گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں۔ دو ضدوں میں سے ایک کا
خصوصی ذکر فرمایا اور مراد دونوں ہی ہیں کیونکہ دوسرے پر کلام دلالت کر رہا ہے۔ " اور کچھ ایسے (آہنی)
لباس جو بچاتے ہیں تمہیں لڑائی کے وقت " جیسے خنجر یا تیر و تفنگ سے بچاتی ہیں۔" اسی طرح وہ
پورا فرماتا ہے اپنا احسان تم پر " یعنی جس طرح اس نے مذکورہ نعمتیں مکمل فرمائیں اسی طرح اس نے
دوسری نعمتیں بھی مکمل عطا فرمائیں جیسے اس نے تمہاری طرف اپنا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مبعوث فرمایا پھر اس کو معجزات عطا فرمائے ، تم پر اپنی کتاب مبین نازل فرمائی تمہارے لئے
محبت کو واضح فرمایا اور اسلام کو عزت بخشی۔ " تاکہ تم سر اطاعت خم کرو " تاکہ اگر تم سر
تسلیم خم کر دیں اور خالصتہً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ عطا خراسانی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم
لوگوں کی معرفت کی قدر پر نازل فرمایا۔ ارشاد فرمایا اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں
بنائیں۔ صحراؤں اور میدانوں کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ وہ پہاڑوں میں رہنے والے تھے جیسا کہ فرمایا
" ومن اصوافها واوبارها واشعارها " صرف اون کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ اونٹ
بکریاں اور بھیڑیں پالتے تھے۔ آسمان سے بارش برسنے کا ذکر فرمایا لیکن برف جو آسمانوں سے
گرتی ہے اس کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ وہ آسمانی برف کو جانتے ہی نہ تھے۔ گرمی کا ذکر فرمایا
سردی کا ذکر نہیں فرمایا وجہ یہ تھی کہ زیادہ ان کا گرمی سے واسطہ پڑتا تھا۔ (بغوی) (مظہری ، ج: ص)
۸۲ - اتنی نرمی ، محبت ، شفقت ، رحمت اور ہر طرح سمجھانے بتانے سنانے اور نعمتیں ، صحتیں
دولتیں عزتیں دینے کے بعد بھی اگر یہ کفار ، منکر اور ناشکرے ہماری بارگاہ میں سر تسلیم خم نہیں
کرتے اور پچھلی گمراہ امتوں کی طرح نافرمانی ، غرور و تکبر اور آپ کے آستانے سے دور ہی بھٹکنا
چاہتے ہیں تو اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! آپ بالکل نہ فکر مند و غمگین نہ ہوں آپ پر صرف ہمارے احکام
قرآن اور حدیث ، قانون شریعت اور اسرار و خدائی خبریں پہنچا دینا ہی تھا اور وہ سب کچھ آپ
نے اپنے قول اور عمل ، وعظ و نصیحت کے ذریعہ پہنچا دیا۔ اگر یہ آپ سے اب بھی منہ
پھیر لیں تو آپ کا کوئی نقصان نہیں آپ نے پورا پیغام پہنچا دیا اس لئے کہ آپ پر پورا پیغام پہنچانا ہی تھا (اشرف التفاسیر)

1562

لغوی اشارے ★ سَکَنًا : تسکین، آرام، رحمت، برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو، رہنے کی جگہ سکونٌ سے اسم ہے ▲ جُلُود : کھالیں، چمڑے، جلدٌ کی جمع ہے جس کے معنی کھال کے ہیں ▲ تَسْتَخِفُّونَهَا : تم اس کو ہلکا جانتے ہو، وہ تم کو ہلکا لگتا ہے۔ تستخفون، استخفافٌ سے جس کے معنی ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ▲ ظَعْنِكُمْ : تمہارا سفر، تمہارا کوچ، تمہارا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ ظعن مضاف کم ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ظعن مصدر ہے ایک معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اس کا فعل باب فتح سے آتا ہے ▲ اِقَامَتِكُمْ : تمہارا قیام کرنا، تمہارا فروکش ہونا۔ اقامتہ مضاف کم ضمیر جمع مذکر مضاف الیہ ▲ أَصْوَافِهَا : ان کی اون، اصوافٌ، صُوفٌ کی جمع جس کے معنی اُون کے ہیں۔ اصواف مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ جس کا ترجمہ انعام کی طرف راجع ہونے کے سبب (ان) سے کیا گیا ▲ أَوْبَارِهَا : اس کی ببریاں۔ اس کی اون۔ اوبار، وبر کی جمع ہے جس کے معنی اونٹ کی اون اور ببری کے ہیں ▲ أَشْعَارِهَا : ان کے بال۔ اشعار، شعرٌ کی جمع جس کے معنی بال کے ہیں ▲ أَثَاثًا : گھر کا ساز و سامان، مال و اسباب۔ اس کا واحد نہیں آتا ▲ مَتَاعًا : اسم مفرد، منصوب نکرہ اسم مصدر بمعنی مصدر متعدی یعنی کام میں آنے والی چیز دینا، کپڑا، جوتا یا اور کوئی چیز جو حاکم مناسب سمجھے (شافعی) شوہر کے حال کے مناسب کرتہ، چادر، دوپٹہ دینا (حنفیہ) ▲ أَكْنَانًا : چھپنے کی جگہیں، حفاظت کی جگہیں، کِنٌّ کی جمع جس کے معنی حفاظت کی جگہ کے ہیں ▲ سَرَابِيلَ : کرتے، قمیصیں، پیراہن سربالٌ کی جمع، سربال قمیص کو کہتے ہیں وہ کسی قسم کا بھی ہو ▲ حَرَّ : گرمی ▲ بَأْسَكُمْ : تمہاری لڑائی (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے محدود گھر بنائے ہیں یعنی وہ جنہیں تم پتھروں، مٹی اور اینٹ وغیرہ سے تیار کرتے ہو (اور) جہاں تم سکونت پذیر ہوتے ہو اور تمہارے لئے اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ وغیرہ کے چمڑے بنائے تاکہ مٹی پتھر سے تعمیر کردہ مکانوں سے مختلف آرام کی جگہیں خیمے، قبے اور شامیانے بنا سکو اور یہ بہت ہلکے پھلکے اور بہ آسانی بنانے لگانے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکیں۔ اونٹ، بھیڑ، بکری کے بال بنائے جو لباس اور بچھانے کے ساز و سامان کی تیاری میں کام آتے ہیں اور یہ پائیدار (مقررہ وقت تک) ہوتے ہیں ▲ گرمی سے بچنے کے لئے سایہ دار چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں جیسے پہاڑ اور درخت وغیرہ اور بادل بھی تاکہ بارش ہو سکے۔ پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں جیسے غار، گڑھے وغیرہ علاوہ ازیں عام موسمی شدت سے بچنے کے لئے جو لباس بنتے ہیں ان کی تیاری کے لئے صوف، اون، کتان وغیرہ اور جنگ و جدال کی صورت میں تحفظ کے لئے زرہیں سب اللہ کی نعمتیں ہیں تاکہ ان کے شکرانے میں فرمانبرداری بندوں کا شعار بن جائے ▲ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انعامات کی نعمتوں کے باوجود کوئی روگردانی کرے تو آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں کیوں کہ آپ نے پیغام حق پورا پورا پہنچا دیا۔

(سراج الحسن)

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَيَوْمَ
نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ
يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

وہ پہچانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو (اسکے باوجود) وہ انکار کرتے ہیں اس کا اور ان میں سے اکثر لوگ کافر ہیں ✶ اور قیامت کے دن ہم اٹھائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ تب ان لوگوں کو اجازت نہیں ہوگی جنہوں نے کفر کیا اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا ✶ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عذاب (آخرت) کو تو اس وقت وہ عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ انھیں (مزید) مہلت دی جائے گی
(۱۶/۸۳ تا ۸۵ ✶ ت : مق)

۸۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو نعمتیں شمار کی ہیں یا اس کے علاوہ ان تمام کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں پھر وہ ان نعمتوں کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت مشرکین کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں کرتے۔ سدی کہتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ وہ حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو جانتے ہیں معجزات کی تائید کی وجہ سے پوری معرفت رکھتے ہیں لیکن عناد کی وجہ سے آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں (البغوی) یہاں ثم بعد زمانی کے لئے نہیں بلکہ معرفت کے بعد انکار کے استبعاد کے لئے ہے امام بغویؒ فرماتے ہیں مجاہد اور قتادہ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ان پر شمار فرمائی ہیں پھر جب ان سے کہا گیا کہ تم تصدیق کرو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھک جاؤ تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ہمیں تو یہ نعمتیں اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی ہیں۔ الکلبی نے کہا ہے کہ جب ان کے سامنے ان نعمتوں کا تذکرہ ہوا تو کہنے لگے یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن ہمارے اصنام کی سفارش سے ملی ہیں۔ عون بن عبداللہ نے کہا یہ اس شخص کے قول کی مانند ہے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو یہ ہو جاتا فلاں نہ ہوتا تو یہ ہو جاتا (خازن) ✶ نعمتوں کے بعد عناد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ یہاں اکثر کا ذکر فرمایا ہے کیوں کہ بعض لوگ کم عقلی اور کم غور و فکر کی وجہ سے حق کو پہچانتے ہی نہیں تھے یا ان پر حجت مکمل نہ ہوتی تھی کیوں کہ وہ مکلف ہونے کی حد کو پہنچے ہی نہ تھے یا فرمایا اکثر ہے لیکن مراد کل ہیں۔
(تفسیر مظہری۔ ت : مق م)

۸۴ ۔ ان (کفار) کا یہ کفر، نافرمانوں کا فسق، مغروروں کا غرور چند دن کا ہے۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ہم یہ دربار عالم میں ہر ایک گروہ کے اعمال اقوال افعال کے پورے پورے حساب کریں گے۔ ہر منکر کافر کے اپنے پورے بیان پورے دلائل پورے انکار کے بعد ہر ایک شاہد، عظمت رکھنے والا پیغمبر شاہد و نذیر گواہ میدان حشر میں مبعوث فرمائیں گے۔ ان کی گواہی کے بعد پھر کسی کافر کو دوبارہ انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہے گی نہ ہو گی نہ تو بہانا، پھر کر گزرنا، کمانا اور فریاد کرنا دیکھا جائے گا نہ توبہ اور معافی کا مطالبہ ہوگا۔ نہ وہاں کی حجتیں قبول ہوں گی یہ سب کام تو دنیا ہی میں ہیں۔ ہمارے انبیاء، مرسلین ہادی پیغمبر وغیرہ ہر طرح سمجھا رہے ہیں سنا رہے ہیں توبہ اور ایمان کی طرف بلا رہے ہیں اور یہ کفار و فساق قیمتی بے مثل زندگی کی سانسوں کو ضائع کر رہے ہیں۔ دنیا دار العمل ہے یہاں تم کو سمجھایا جاتا رہے گا۔ یہاں تم نہیں مانتے جب کہ ذرا آرام وہ وقت ہے کل قیامت میں ہم نہیں مانیں گے جب کہ تم فریادیں کرو گے توبہ کرنا چاہو گے اس لئے کہ یوم محشر جزا و سزا اور فیصلے کا وقت ہے توبہ اور معافی کا نہیں ہے۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۸۵ ۔ اور جب ظالم مشرک عذاب کو دیکھ لیں گے تو ایک لحظہ کے لئے بھی اس میں تخفیف نہیں ہوگی اور نہ انہیں مزید مہلت ملے گی۔ بلکہ انہیں اچانک گرفت میں لے لیا جائے گا جب جہنم کو لایا جائے گا تو اسے ستر ہزار لگاموں کے ساتھ کھینچا جائے گا ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ اس کی ایک جانب مخلوقات پر جھانک کر ایسی چیخ مارے گی کہ ہر ایک کے دلوں کے دل دہل جائے گا جہنم کہے گی کہ مجھے ہر اس سرکش اور منکر حق پر مسلط کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کی بھی عبادت کرتا رہا۔ اسی طرح وہ کئی اقسام کے لوگوں کا ذکر کرے گی جیسا کہ حدیث میں ہے پھر جہنم ان تمام لوگوں پر لپٹ جائے گی اور انہیں میدان حشر سے اٹھائے گی جس طرح پرندہ دانہ اٹھاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ت: کرش)

لغوی اشارے ★ نَبْعَثُ : جمع متکلم مضارع مرفوع بعث مصدر (باب فتح) ہم قائم کردیں گے ہم کھڑے کردیں گے ▲ يُسْتَعْتَبُونَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی استعتاب مصدر (استفعال) ان سے اللہ کو رضامند کرنے کی خواہش نہیں کی جائے گی۔ بعض مفسرین نے ترجمہ کیا ہے نہ ان کے عذر قبول کئے جائیں گے۔ محلی نے اس لفظ کی تشریح میں لکھا ہے "ان سے اس بات کی طلب نہیں کی جائے گی کہ توبہ اور اطاعت کر کے اپنے رب کو رضامند کرلیں کیوں کہ اس روز یہ چیزیں مفید نہ ہوں گی" بغوی نے معالم میں لکھا ہے "قیامت کے دن وہ اللہ کو رضامند بنانے کے مکلف نہ ہوں گے کیوں کہ دار آخرت دار تکلیف نہیں ہے بلکہ دار الجزاء ہے مقام عمل نہیں" زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے

لا یستعتبون کا معنی ہے لا یسترضون۔ مطلب یہ کہ ان سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اپنے رب کو رضامند کر لو۔ اس لفظ کا ماخذ عتبیٰ ہے اور عتبیٰ کا معنی ہے رضامندی تاہم زمخشری کا کلام غیر واضح ہے ▲ رَأٰی : اس نے دیکھا رُؤْیَةٌ سے ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب۔ یہ تمام قرآن میں بغیر یا کے تنہا الف کے ساتھ لکھا ہوا ہے البتہ سورہ النجم میں دو جگہ ی کے ساتھ مرقوم ہے ▲ رَأْیٌ معنی دیکھنا۔ رَأْیٌ رُؤیَۃٌ کا مصدر ہے نیز غلبہ ظن کی بنا پر نقیضین (کلام میں وہ دو باتیں کہ ایک کا صحیح ہونا اور دوسری کا صحیح نہ ہو سکے نقیضین کہلاتی ہے مثلاً کسی ایک چیز کے متعلق کہنا کہ وہ سپید ہے اور وہ سپید نہیں ہے باہم نقیضین ہیں) میں سے کسی ایک پر نفس کے اعتقاد کا نام "رائے" ہے اس کی جمع آراءٌ ہے ▲ تَرَاٰی : اس نے دیکھا، رُؤْیَۃٌ اور رَأْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب رُؤْیَۃٌ کے معنی ادراک مرئی کے ہیں اور نفس کے مختلف قویٰ کے اعتبار سے اس کی مختلف قسمیں ہیں اول آنکھ سے یا ایسی چیز سے جو آنکھ کی قائم مقام ہو دیکھنا۔ دوسرے بذریعہ وہم و خیال، تیسرے بذریعہ تفکر، چوتھے بذریعہ عقل ▲ یُخَفَّفُ : واحد مذکر غائب، مضارع منفی تخفیف سے ہلکا نہیں کیا جاتا تھا۔ عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✶ وہ اللہ کی نعمتیں پہچانتے بھی ہیں پھر انکار کرتے ہیں۔ ان پہچاننے والوں منکار کرنے والوں میں بہت سارے بلکہ حد ناشکر گزار ہیں۔● اور جس روز ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو یعنی پیغمبر یا داعی کو کھڑا کر دیں گے اس کی کافر کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ لب کشائی کرے اور اس دن اس وقت ان سے توبہ کرنے کی بات نہیں کی جائے گی۔● کفار دیکھیں گے اس عذاب کو جو ان کے کفر و ظلم کی وجہ سے ان پر لازم ہوا یعنی عذاب نار وہ کافر تڑپیں گے چیخیں گے اور اس کو ہلکا کرنے کا سوال و معروضہ کریں گے لیکن نہ انہیں عذاب میں تخفیف مل پائے گی اور نہ کسی قسم کی مہلت دی جائے گی۔ (س م ح ش)

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ
كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝
وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝
الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ
بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝

اور جب دیکھیں گے مشرک اپنے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں کو تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے بنائے ہوئے شریک جنھیں ہم پرستش کیا کرتے تھے تجھے چھوڑ کر تو وہ شریک انھیں جواب دیں گے یقیناً تم جھوٹے قول والے ہو * وہ پیش کر دیں گے بارگاہ الٰہی میں اس دن اپنی عاجزی اور فراموش ہو جائیں گے انھیں وہ بہتان جو وہ باندھا کرتے تھے * جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) روکا اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہم نے بڑھا دیا اور عذاب ان کے پہلے عذاب پر اس وجہ سے کہ وہ فتنہ و فساد برپا کیا کرتے تھے۔
(ض: ت * ۱۶/۸۶ تا ۸۸)

۸۶۔ جب مشرک اپنے اصنام کو دیکھیں گے تو کہیں گے یہ ہیں ہمارے خدا جن کی ہم پرستش کرتے تھے اور جن کی ہم اطاعت کرتے تھے۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ ہم غلطی پر تھے یا وہ درخواست کر رہے ہیں کہ ہمارا عذاب تخفیف کیا جائے * ان کے اصنام کو اللہ تعالیٰ قوت گویائی عطا کرے گا اور وہ اپنے پرستاروں کو کہیں گے * تم یہ کہنے میں کہ اللہ کے یہ صنم شریک ہیں جھوٹے ہو، یا واقعی انہوں نے بتوں کی پرستش کی تھی بلکہ انہوں نے تو اپنی خواہشات کی بندگی کی تھی۔ اصنام کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تو تمہیں اپنی عبادت کے لئے دعوت نہیں دی تھی جیسا کہ ایک اور جگہ صراحت سے آیا ہے "وہ ان کی عبادت کا انکار کریں گے" یا اس بات میں وہ جھوٹے ہیں کہ ان اصنام نے انھیں کفر پر ابھارا تھا اور انہوں نے ان پر کفر کو لازم کیا تھا جیسا کہ صراحتاً ہے "اور نہیں تھا میرا تم پر کچھ زور مگر یہ کہ میں نے تم کو (کفر) کی دعوت دی اور تم نے فوراً قبول کر لی میری دعوت" (مظہری: ت: م ض)

۸۷۔ اور اس دن خدا کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور جو طوفان وہ باندھا کرتے تھے سب ان سے جاتا رہے گا * اور یہ مشرک لوگ اور ان کے باطل معبود اس روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ جھوٹ بولا کرتے تھے وہ سب باطل ہو جائیں گے یا یہ کہ اپنے جھوٹے معبودوں سے الجھنے لگیں گے۔ (تفسیر ابن عباسؓ: ت: عاطفی)

۸۸ - وہ (سردار) لوگ جو خود بھی کفر کا فر رہے اور دوسرے لاکھوں ہزاروں کو بھی اسلام، قرآن مجید، شریعت مطہرہ، نماز، روزہ اور مکہ مکرمہ میں مسجد حرام اور بارگاہ نبوت سے روکا، مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی سے روکتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل مبارک تک آنے والے اللہ کے سچے راستے سے روکتے رہے قیامت میں ہم ان کا عذاب اتنا زیادہ کریں گے کہ عذاب پر عذاب دیں گے۔ اس طرح کہ بھی کہ ان کی آگ دوسرے کفار کی آگ سے دگنی تیز ہوگی۔ زمہریر کی ٹھنڈک، ذلت، دردناک تکلیف، بھوک پیاس دوسروں سے زیادہ۔ ان کے لئے سانپ بچھو زیادہ بڑے، زیادہ زہریلے، اونٹ برابر جسامت اور تین سو شگوں برابر ایک ایک کا زہر۔ سانپ کے منہ میں احد پہاڑ برابر کیلیں اور دانت۔ عرش اعظم کے نیچے سے آگ کے پانچ دریا ہیں جو ان کافروں کے لئے نکلیں گے ان پر اندھیرا بھی مسلط کیا جائے گا۔ اس لئے کہ ان کا نقصان دوسروں سے زیادہ کہ خود بھی کافر رہا اور کافر کرتے اور بناتے بھی رہے۔ لہٰذا ایک عذاب ان کے اپنے کفر کا اور ایک عذاب ان کی کفر سازی اور جہاد کا (تفسیر کبیر، مدارک، کثیر، صفوۃ التفاسیر، مظہری) یہ اللہ رسول کا کتنا بڑا رحم و کرم ہے کہ آج دنیا میں ہی سب حالات قیامت کھول کھول کر بیان فرما دیے اور سارے جہان میں قرآن مجید اور علماء اسلام کو پھیلا دیا تاکہ ہر کافر و منکر کو عذاب سے بچنے حشر کی ذلت و رسوائی سے علیحدہ ہونے کی پوری پوری مہلت ملے اب بھی اگر گناہ سے توبہ نہ کیے تو کتنی بدقسمتی ہے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی ابحاث درس ✶ اَلْقَوْا: انہوں نے ڈالا۔ اِلقاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ، جمع مذکر غائب ▲ ضَلَّ: گمراہ ہوا، بہکا، بھٹکا، راہ سے دور جا پڑا، کھو گیا، ضائع ہو گیا، گم ہو گیا، ہلاک ہو گیا۔ ضَلَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ▲ يَفْتَرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اِفْتِرَاءٌ مصدر (افتعال) وہ دروغ بافی کرتے ہیں بہتان باندھتے ہیں ▲ صَدُّوْا: انہوں نے روکا۔ صَدٌّ اور صُدُوْدٌ سے ماضی کا صیغہ مذکر غائب ▲ سَبِيْل: راستہ، راہ، "سبیل" اصل میں اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو۔ امام راغب لکھتے ہیں "سبیل کا استعمال ہر اس شے کے لئے ہوتا ہے جس کے ذریعہ کسی شے تک پہنچا جاسکے خواہ وہ شے شر ہو یا خیر، نیز واضح راستہ بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے یہ لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی، ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کی تانیث زیادہ غالب ہے (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر) سَبِيْلِ اللّٰهِ: راہ خدا، اللہ کی راہ۔ سبیل مضاف، اللہ مضاف الیہ حافظ ابو السعادات، ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں: "سبیل اللہ لفظ عام ہے جو ہر اس خالص عمل کے لئے آتا ہے جس کی بدولت حق کے تقرب کے راستہ پر فرائض، نوافل، اور انواع عبادت کی ادائیگی کے ذریعہ گامزن ہوا جائے اور جب یہ مطلق استعمال ہو تو

بیشتر عبادت کے معنی میں آتا ہے حتیٰ کہ کثرتِ استعمال کی بناء پر ایسا ہو گیا کہ گویا اسی معنی میں منحصر ہو (ایضاً) (ل ق)

معلوماتِ مزید * مشرکین دنیا میں اللہ کے سوا جن باطل معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور جنھیں ہر وقت پکارا کرتے تھے وہاں ان کو دیکھ کر کہیں گے رب العالمین ہم ان کی پرستش کرتے تھے یعنی الغیبی کے اشارہ پر ہم ایسا کرتے تھے گویا وہ اپنے اوپر سے الزام اٹھانا چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان اصنام کو قوت گویائی عطا فرمائے گا تب وہ اصنام ان مشرکین کی تردید کریں گے اور عرض کریں گے کہ ان مشرکین نے خود ہی ہمیں گھڑا، تراشا، بنایا اور خود ہی ہمیں تراشا شریک بنایا اور ہمارے کہے بغیر خود ہی ہماری پرستش میں منہمک رہتے تھے ہم نے تو ان سے نہیں کہا تھا ● وہ ایسا وقت ہو گا جس روز سب اللہ تعالیٰ کے آگے سر اطاعت خم کر دیں گے اور وہ ساری دروغ بافیاں، بہتان تراشیاں جو دنیا میں کیا کرتے تھے ہوا ہو جائیں گی سب غلط، باطل اور جھوٹ قرار پائیں گی وہ مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں سے الجھ پڑیں گے اور وہ ان کا سب کچھ جاتا رہے گا بڑے رسوا اور ذلیل ہوں گے کیوں کہ خود وہ اصنام اپنے پرستاروں کی تکذیب کریں گے اور ان کے اعمال و حرکات سے براءت ظاہر کریں گے ● اور بالخصوص وہ اشرار جو خود بھی کافر تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی راہِ حق و صداقت سے روکتے اور کفر پر ابھارا کرتے تھے ان کے کفر اور ایمان کی راہ میں رکاوٹ بننے کے باعث اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں زیادتی فرماتا ہے یعنی عذاب پر عذاب یعنی شدید عذاب میں مبتلا کرے گا کیوں کہ یہ اسی کے سزاوار تھے ان پر عذاب میں اضافہ کا سبب ان کے کفر پر ہمیشگی اور مستقلاً فساد کے سبب ہو گا۔ (س م ح ش)